احمدی نوجوانوں کیلئے
ماہنامہ
خالد
ربوہ

مئی ۱۹۹۸ء

ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

مجلس مشاورت ۱۹۹۸ء کے تیسرے روز ۲۹ مارچ ۱۹۹۸ء کو خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیرِ اہتمام ہونے والے مقابلہ بین المجالس، مقابلہ بین الاضلاع، مقابلہ بین العلاقہ سال ۹۷-۱۹۹۶ء کی تقسیم انعامات کی کارروائی عمل میں آئی۔ محترم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ (صدر، صدر انجمن احمدیہ) صدر مجلس مشاورت نے انعامات تقسیم فرمائے۔

عہدیداران علاقہ وضلع لاہور محترم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ صدر مجلس مشاورت ۱۹۹۸ء کے ہمراہ
آپ کے دائیں محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی اور بائیں محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان تشریف فرما ہیں

سال ۹۷-۱۹۹۶ء میں حُسنِ کارکردگی کے لحاظ سے مجلس خدام الاحمدیہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
مجالس خدام الاحمدیہ پاکستان میں اوّل قرار پائی۔ مکرم عبدالاعلیٰ صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ
علامہ اقبال ٹاؤن لاہور خلافت جوبلی عَلَمِ انعامی حاصل کرتے ہوئے۔

مجلس خدام الاحمدیہ محمود آباد کراچی مقابلہ بین المجالس سال ۹۷-۱۹۹۶ء میں دوم قرار پائی۔
مکرم منیر احمد صاحب شاہد قائد مجلس محمود آباد کراچی سندِ خوشنودی حاصل کرتے ہوئے۔

مجلس خدام الاحمدیہ النور کراچی مقابلہ بین المجالس میں سوم قرار پائی۔ مکرم محمد اکرم صاحب قائد مجلس النور کراچی سندِ خوشنودی حاصل کرتے ہوئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

16 5/98

شمارہ 7 جلد 46

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ خالد ربوہ

ہجرت 1377 ہش

مئی 1998ء

★★★★

ایڈیٹر:
سید مبشر احمد ایاز

فہرست مضامین

رابطہ آفس: دفتر ماہنامہ "خالد" دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

قیمت۔/7 روپے ★ سالانہ۔/70 روپے

مینیجر: مبارک احمد خالد

پبلشر: مبارک احمد خالد۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

شمع قرآن

نور خلافت نور نبوت اور نور الوہیت کے ساتھ کلی طور پر وابستہ ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے مگر اس کے نور کو مکمل کرنے کا ذریعہ نبوت ہے اور اس کے بعد دنیا میں پھیلانے اور اسے زیادہ سے زیادہ عرصہ تک قائم رکھنے کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو وہ خلافت ہی ہے۔ گویا نبوت ایک چمنی ہے جو اس کو آندھیوں سے محفوظ رکھتی ہے اور خلافت ایک ریفلیکٹو ہے جو اس کے نور کو دور تک پھیلاتا ہے۔ پس ان منافقوں کی تدبیروں کی وجہ سے ہم اس عظیم الشان ذریعہ کو تباہ نہیں ہونے دیں گے بلکہ اپنے نور کو دیر تک دنیا میں قائم رکھنے کے لئے اس سامان کو مہیا کریں گے۔

اس بات کا مزید ثبوت کہ اس آیت میں جس نور کا ذکر ہے وہ نور خلافت ہی ہے۔ اس سے اگلی آیتوں میں ملتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اس سوال کا جواب دیتا ہے کہ یہ نور کہاں ہے۔ فرماتا ہے "فی بیوت" یہ نور خلافت چند گھروں میں پایا جاتا ہے۔ نور نبوت تو صرف ایک گھر میں تھا مگر نور خلافت ایک گھر میں نہیں بلکہ فی بیوت چند گھروں میں ہے۔ پھر فرماتا ہے اذن اللہ ان ترفع وہ گھر ابھی چھوٹے سمجھے جاتے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ ان گھروں کو اونچا کرے کیونکہ نبوت کے بعد خلافت اس خاندان کو بھی اونچا کر دیتی ہے۔ جس میں سے کوئی شخص منصب خلافت حاصل کرتا ہے۔ اس آیت نے بتا دیا کہ اس جگہ اللہ تعالیٰ کا مقصد نور خلافت کو بیان کرنا ہے اور یہ بتانا مد نظر ہے کہ نور خلافت نور نبوت اور نور الوہیت کے ساتھ کلی طور پر وابستہ ہے اور اس کو مٹانا دوسرے دونوں نوروں کو مٹانا ہے۔ پس ہم اسے مٹنے نہیں دیں گے اور اس نور کو ہم کئی گھروں کے ذریعہ سے ظاہر کریں گے تا نور نبوت کا زمانہ اور اس کے ذریعہ سے نور الٰہیہ کے ظہور کا زمانہ لمبا ہو جائے۔ چنانچہ خلافت پہلے حضرت ابو بکر کے پاس گئی پھر حضرت عمر کے پاس گئی پھر حضرت عثمان کے پاس گئی پھر حضرت علی کے پاس گئی کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ ان بیوت کو اونچا کرے۔ ترفع کے لفظ نے یہ بھی بتا دیا کہ الزام لگانے والوں کی اصل غرض یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو نیچا کریں اور انہیں لوگوں کی نگاہ میں ذلیل کریں مگر خدا تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ ان کو اونچا کرے اور جب خدا انہیں عزت دینا چاہتا ہے تو پھر کسی کے الزام لگانے سے کیا بنتا ہے۔

.... خلافت بادشاہت نہیں وہ تو نور الٰہی کے قائم رکھنے کا ایک ذریعہ ہے اس لئے اس کا قیام اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اس کا ضائع ہونا نور نبوت اور نور الوہیت کا ضائع ہونا ہے۔ پس وہ اس نور کے زمانہ کو لمبا کر دے گا۔ تم اگر الزام لگانا چاہتے ہو تو بے شک لگاؤ۔ نہ تم خلافت کو مٹا سکتے ہو کیونکہ خلافت ایک نور ہے جو نور اللہ کے ظہور کا ایک ذریعہ ہے اس کو انسان اپنی تدبیروں سے کہاں مٹا سکتا ہے۔

(تفسیر کبیر)

خدا تعالیٰ نے ہر میدان میں جماعت احمدیہ کو خلافت کی برکات سے نوازا ہے۔

جماعت کے دوستوں کو چاہئے کہ ان برکات کو یاد رکھیں اور خلافت احمدیہ کا جھنڈا قیامت تک قائم رکھتے چلے جائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع سے خطاب فرماتے ہوئے آیت استخلاف کی تلاوت فرمائی پھر خدام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"....یعنی ہم تم میں سے مومن اور ایمان بالخلافت رکھنے والوں اور اسکے مطابق عمل کرنے والوں سے وعدہ کرتے ہیں کہ انکو ہم ضرور اس طرح خلیفہ بنائیں گے جس طرح کہ پہلی قوموں یعنی یہود اور نصاریٰ میں سے بنائے ہیں..... خلیفہ بہرحال ایک ہی ہوگا...."

پھر آپ نے فرمایا:۔

"آخر میں خدام کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ خلافت کی برکات کو یاد رکھیں اور کسی چیز کو یاد رکھنے کے لئے پرانی قوموں کا دستور ہے کے وہ سال میں اسکے لئے خاص طور پر ایک دن مناتی ہیں۔ مثلاً شیعوں کو دیکھ لو وہ سال میں ایک دفعہ تعزیہ نکال لیتے ہیں تا قوم کو شہادت حسینؓ کا واقعہ یاد رہے اسی طرح میں بھی خدام کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سال میں ایک دن خلافت ڈے کے طور پر منایا کریں۔

اس میں وہ خلافت کے قیام پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اپنی تاریخ کو دہرایا کریں.....

....تم اس موقعہ پر اخبارات سے یہ حوالے پڑھ کر سناؤ۔ اگر سال میں ایک دفعہ خلافت ڈے منایا جایا کرے تو ہر سال چھوٹی عمر کے بچوں کو پرانے واقعات یاد ہوجایا کریں گے۔ پھر تم یہ جلسے قیامت تک کرتے چلے جاؤ تا جماعت میں خلافت کا ادب اور اسکی اہمیت قائم رہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی خلافت ۱۹۰۰ سال سے برابر قائم ہے........ مگر یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ تم سال میں ایک دن اس غرض کیلئے خاص طور پر منانے کی کوشش کرو۔ میں مرکز کو بھی ہدایت کرتا ہوں کہ وہ ہر سال سیرت النبیؐ کے جلسوں کی طرح خلافت ڈے منایا کرے اور ہر سال یہ بتایا کرے کہ جلسہ میں ان مضامین پر تقاریر کی جائیں۔ الفضل سے مضامین پڑھ کر نوجوانوں کو بتایا جائے کہ حضرت خلیفہ المسیح الاول نے خلافت احمدیہ کی تائید میں کیا کچھ فرمایا ہے..... اسی طرح رویا وکشوف بیان کئے جایا کریں جو وقت سے پہلے خدا تعالیٰ نے مجھے دکھائے اور جنکو پورا کرکے خدا تعالیٰ نے ثابت کردیا کہ اسکی برکات اب بھی خلافت سے وابستہ ہیں۔" (مشعل راہ صفحہ ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۸۷، ۸۸۸)

ماہنامہ "خالد" کا "ربوہ نمبر"

اور

احباب سے درخواست

ستمبر ۱۹۹۸ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ربوہ کے قیام کو پچاس سال ہو رہے ہیں۔ اس مبارک اور پُرمسرت موقعہ کی مناسبت سے ادارہ خالد ایک خصوصی نمبر

ربوہ نمبر

نکالنے کا اہتمام کر رہا ہے۔ اس ضمن میں دنیا بھر کے احمدی احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ :-

۱۔ ربوہ کے متعلق کسی بھی قسم کی کوئی تحریر یا اپنا تبصرہ یا کوئی یادگار یا تاریخی واقعہ ہو تو ارسال فرمائیں۔

۲۔ وہ احباب جو ۱۹۴۸ء - ۱۹۴۹ء میں ربوہ میں آباد ہوئے یا یہاں قیام رہا براہِ کرم وہ اپنے اس وقت کے واقعات اور تاثرات ہمیں ضرور لکھ کر بھیجیں۔

۳۔ ابتدائی زمانے کی یا بعد کی کوئی یادگار تصویر یا اخباری تراشہ آپ کے پاس محفوظ ہو تو ہمیں ارسال فرمائیں۔

۴۔ ربوہ کے تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے یا فارغ التحصیل طلباء و طالبات اُس وقت کے ماحول پر کچھ لکھنا چاہیں یا کسی اہم شخصیت یا کانفرنس یا کسی تقریب کے حوالے سے ان کے ذہن میں ہو ـــــ اور اس کی تصویر بھی ہو تو ہمیں ضرور ارسال فرمائیں۔

● آپ کا تعاون اس تاریخی نمبر کی اہمیت و افادیت میں اضافے کا باعث بنے گا۔ امید ہے کہ آپ تعاون فرمائیں گے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

● براہِ کرم یہ مواد ۱۵؍ جون ۱۹۹۸ء تک اِس پتہ پر ارسال فرمائیں یا فون/فیکس پر رابطہ فرماسکتے ہیں

دفتر ماہنامہ "خالد"

ایوانِ محمود ربوہ پوسٹ کوڈ ۳۵۴۶۰

فون نمبر دفتر ۲۱۲۳۴۹ - ۰۴۵۲۴

فیکس نمبر:- ۹۱۹- ۰۴۵۲۴

منصب خلافت اور اس کا مقام

یہ ہے ربط اصل سے اصل کا

مکرم فضیل عیاض احمد صاحب ۔ ربوہ

انیسویں اور بیسویں صدی مذاہب عالم کی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے ۔ اگر ہم انیسویں صدی کے عالمی منظر نامے پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یورپ علمی بیداری اور صنعتی انقلاب کی راہ پر قدم رکھ چکا تھا۔ اور عیسائیوں کے بالمقابل دوسری بڑی طاقت یعنی مسلمان مسلسل اپنی شوکت و سطوت کو کھو رہے تھے۔ سفید فام اقوام اپنے جزائر اور محدود وسائل والی زمینوں کو چھوڑ کر سمندر اور خشکی کے راستوں کو اختیار کرتے ہوئے ایک تسلسل سے نئی جنتوں کی تلاش میں مصروف عمل تھیں۔ ان اقوام نے مذہب کو سیاست کی بساط پر ایک مہرے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے غیر اقوام کو اپنے زیر نگیں کرنے کے لئے اپنی مذہبی مناروں کو اس طرح پھیلا دیا تھا کہ ان کے مذہبی مؤرخین اپنی مذہبی علو شان کے خواب دیکھنے لگے تھے۔

مسلمان حکومتیں ایک کے بعد ایک اپنی اندرونی خلفشار کا شکار ہو کر ریت کی دیوار کی طرح ڈھے رہی تھیں۔ ہندوستان کی مغلیہ سلطنت اپنی عظمتوں کا ماتم کرتے ہوئے لال قلعہ دلی تک محدود ہو کر رہ گئی تھی ۔ رہی سہی کسر ۱۸۵۷ء کے لڑائی نے پوری کر دی۔ علماء کا شغل تکفیر بازی ہی رہ گیا تھا۔ اور وہ چھوٹے چھوٹے فروعی مسائل پر باہم دست و گریبان تھے۔ دوسرے مذاہب نے یکبارگی ملت اسلامیہ پر حملہ کر دیا تھا۔ عیسائی مناد خصوصیت کے ساتھ سرگرم عمل تھے۔ اور ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہزاروں مسلمانوں کو خداوند یسوع مسیح کے گلے میں شامل کرنے کے لئے کوشاں تھے۔

ایسے میں خدائے لایزال کی رحمت نے جوش مارا اور ایک مرد خدا کو مسیحیت کی رداء اور مہدویت کی عباء اوڑھا کر بنی نوع انسان کو محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی میں لانے کے لئے کھڑا کر دیا۔

یہ مرد خدا مامور زمانہ کے طور پر مبعوث ہوا اس کا نام **مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام** ہے۔

آپ ۱۳ / فروری ۱۸۳۵ء کو قادیان میں پیدا ہوئے اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اپنی عمر کے ۷۳ سال بنی نوع انسان کو خدائے واحد کی طرف بلاتے رہنے کے بعد اپنے نفسی نقطہ یعنی آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ آپ کی وفات پر مخبر صادق محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیش خبریوں اور وعدوں کے موافق جماعت احمدیہ میں **خلافت علی منہاج النبوۃ** کا نظام جاری ہوا یعنی ایک ایسی خلافت کا جو اپنے وجود میں ان تمام برکات کو سمیٹے ہوئے تھی جو نبوت کے فیض سے جاری ہوئے۔ قرآن کریم ﴿سورہ نور آیت ۵۶﴾ سے پتہ چلتا ہے کہ منصب خلافت خدا تعالیٰ کی عطا ہے اور اس کو خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے اور اس کو بعض بنیادی امور کے ساتھ مشروط کر دیا ہے ۔ آیت مذکورہ بالا کا مفہوم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ مومنین کی ایک ایسی جماعت میں خلافت کو جاری فرماتا ہے جو اپنی تربیت اور دینی مزاج میں ان خصوصیات کی حامل ہو۔

ا۔ اسے ایمان کی حلاوت نصیب ہو۔

۲۔ ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ سے متصف ہو تو یقیناً ان کو خلافت کی نعمت سے نوازا جاتا ہے۔اور جب خلافت کا قیام عمل میں آجاتا ہے تو اس خلافت کی ذریعے تمکنت دین کا کام ہوتا ہے۔ آیت سورہ نور کا حصہ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ اس کا گواہ ہے۔ اس حصہ آیت سے کوئی شخص یہ مطلب اخذ نہ کرے کہ دین کی جس شکل کو عوام الناس یا علماء دین خیال کرتے ہیں وہی دین ہو گا۔ بلکہ یہ آیت قطعیت کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے دین کو جس ہیئت اور شکل کے ساتھ تشکیل دیا ہے اسے ان خلفاء کے ذریعے اس جماعت مومنین کے لئے تمکنت عطا فرمائے گا۔ گویا خلیفہ دین کی جو تعبیر و توضیح کرے گا دراصل وہی دین کی صحیح تعبیر ہو گی۔ کیونکہ آیت میں وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ کے الفاظ عربی گرامر اور لغت کی رو سے تاکیدیہ الفاظ ہیں اور زور پیدا کرنے کے لئے لام تاکید اور نون تاکید لایا گیا ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تمکنت کا عطا کیا جانا ایک لابدی امر ہے۔ **لھم** سے مراد جماعت مومنین اور خلفاء کا وجود ہے۔ اس قدر تاکیدی اور پر زور الفاظ کے بعد یہ امر ضروری تھا کہ ان لوگوں کو تنبیہ کی جاتی جو ان امور کا انکار کرتے ہیں چنانچہ اس کا اظہار آیت کے آخری حصے میں ان الفاظ سے کیا گیا ہے۔

وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

کہ جو لوگ اس کے بعد بھی منصب خلافت سے اٹھنے والی آواز کے برعکس اظہار کرتے ہیں تو وہ نافرمانی کے دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ایک مومن پر یہ فرض ہے کہ جب بھی مسند خلافت سے کوئی آواز بلند ہو تو اس کے جواب میں سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ہی کہے۔

خلیفہ کی اطاعت کا حق ادا کرنے کیلئے مقام خلافت کی حقیقت سے پوری طرح آشنائی ضروری ہے خلیفہ کیا ہے اس کو سمجھنے کے لئے ہم آپ کو حکم و عدل کے حضور لئے چلتے ہیں کہ وہ اس بارے میں کیا فیصلہ فرماتے ہیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو اس واسطے رسول کریم نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو۔ کیونکہ خلیفہ دراصل رسول کا ظل ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف اور اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ۔نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے۔"

(شہادۃ القرآن صفحہ ۵۷ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۵۳)

اب یہ بات تو طے ہوگئی کہ خلافت اپنی اصل میں نبوت کا ایک ایسا

☆☆☆☆
خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو ۔﴿شہادۃ القرآن﴾

عکس ہے جس سے آفتاب نبوت کی شعاعیں منعکس ہو رہی ہیں۔ برکات رسالت اور انوار نبوت بتمام کمال ظلی طور پر موجود ہیں اور ان کا فیضان جاری ہے۔ لیکن وہ انوار نبوت اور فیوض کیا ہیں جو کامل طور نبی کے وجود میں ہوتے ہیں اور نبی کی زندگی میں ان کا فیض جاری رہتا ہے۔

قرآن کریم نے نبیوں کے ساتھ جن فیوض کو وابستہ کیا ہے سورہ بقرہ کی آیت ۱۳۰ اس کا بہترین خلاصہ ہے یہ وہ دعائے ابراہیم علیہ السلام ہے جو آپ نے تعمیر بیت اللہ کے وقت عرب میں ایک نبی کامل کی بعثت کے لئے کی۔

دعا یہ ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

اے میرے رب ان میں ایک ایسے عظیم الشان رسول کی بعثت فرما جو انکے سامنے تیری آیات کی تلاوت کرے یعنی تیرے تازہ بتازہ نشان ان کے سامنے پیش کرے اوران کو کتاب اور حکمت کی تعلیم سے بہرہ ور کرتا چلا جائے اور ان کا تزکیہ کرتا چلا جائے اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تیرا غلبہ ہو گا اور تیری حکمتوں سے لوگ واقف ہوں گے کیونکہ تو غالب اور حکمت والا ہے۔ اب اس مفہوم آیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم مقام خلافت کو دیکھتے ہیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ خلافت جو نور نبوت سے فیض پاتی ہے وہ ان تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتی ہے جو رسول کے وجود سے وابستہ ہوتی ہیں۔

اس کے ذریعے تازہ بتازہ نشانات کا ظہور ہوتا ہے اور خلیفہ ان نشانات کو دین حق کی تائید اور نصرت کے لئے پیش کرتا ہے اس طرح تلاوت آیات کا فریضہ ادا کر رہا ہوتا ہے۔ ان نشانات کے نتیجے میں تزکیہ نفوس ہوتا ہے یعنی لوگ ان نشانات کو دیکھ کر خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں جس کا نتیجہ خدا تعالیٰ سے تعلق کی صورت میں نکلتا ہے اور خدا سے محبت اور تعلق میں اضافہ ہو کر نفوس پاک ہوتے چلے جاتے ہیں۔ خلافت کے مقام پر فائز مرد خدا **الکتاب** یعنی قرآن کریم کی تعلیم اور تدریس اور اس میں بیان ہونے والی حکمتیں نور خدا سے منور ہو کر بیان کرتا ہے۔ یہی وہ عظیم الشان برکات ہیں جو مقام رسالت سے وابستہ ہیں اور ظلی طور پر خلافت کے وجود میں منعکس ہو جاتی ہیں۔ اب جو خلافت نور رسالت سے فیض پا کر **بنی نوع انسان** کو خدائے واحد کی توحید کی طرف بلانے کا فریضہ انجام دے رہی ہے وہی حقیقی اور سچی خلافت ہے۔ اور اسی سے اس کے مقام کا تعین ہوتا ہے۔

ہم پر یہ خدائے رحمٰن و منان کا بے پایاں احسان ہے کہ اس نے ہم میں ایک ایسی خلافت کو قائم کر دیا جو اپنی اصل میں منہاج نبوت پر قائم ہو کر نبوت کے نور سے منور ہوتے ہوئے ان تمام برکات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے جو مہدی موعود کے وجود کے ساتھ وابستہ تھیں۔ یہ خلافت ایک ایسی نعمت کی صورت میں ہمارے سامنے ہے جو بڑے نصیبوں سے ملا کرتی ہے۔ اس خلافت کی تازہ بتازہ برکات احمدیہ ٹیلی ویژن کی صورت میں ہر روز ظاہر ہو رہی ہیں اور ہر آنے والا دن ہمیں خلافت سے زیادہ سے زیادہ وابستہ کئے جا رہا ہے۔ ایک حیرت انگیز بات جو گزشتہ چند سالوں سے خلافت کے حوالے سے ہمارے ازدیاد ایمان کا باعث بن رہی ہے کہ کبھی بھی مومنین کی کوئی جماعت بھی خلافت سے اسطرح براہ راست فیض حاصل کرنے کی سعادت حاصل نہیں کر سکی جو فیض اس عظیم الشان خلافت میں جماعت کو ایم ٹی اے کے ذریعے براہ راست حاصل ہو رہا ہے۔ اور خلافت کی برکات آفتاب نصف النہار کی مانند روشن و تاباں ہو رہی ہیں۔

آج جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا کے حضور حاضر ہوئے ایک صدی کے قریب کا عرصہ ہو رہا ہے تو آپ کی روح آسمان پر کس قدر خوش ہو گی کہ خلافت کی مسند سے آپ کی تعلیمات اور آپ کے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کی عظیم الشان تعلیمات اور

بزرگی کا ذکر آپ کے ایک جانشین کی زبانی اس طرح ہو رہا ہے کہ اس عالم کا ذرہ ذرہ اور وقت کا لحہ لحہ اس ذکر میں شریک ہو جاتا ہے۔ یہ خلافت کی برکت اس کے مقام اور منصب کی سچائی کی دلیل ہے۔

خلافت کی یہ عظیم نعمت جو ہمیں نصیب ہے ہم اسے پا کر خدا کا جس قدر بھی شکر بجا لائیں کم ہے۔ ہمارے وجود کا ذرہ ذرہ سراپا تشکر بن جانا چاہئے کہ یہ برکت ہمیں ملی اور ملی بھی اپنی پوری عظمتوں کے ساتھ۔ اوراس کی محبت ہمیں لحہ بہ لحہ نصیب ہو رہی ہے۔

ہماری تو اپنے رب سے یہی دعا ہے کہ وہ ہمیں اس نعمت کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اس کے مقام کو حقیقی معنوں میں جاننے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے کیونکہ :

یہ ہے ربط اصل سے اصل کا نہیں ختم سلسلہ وصل کا
جو گرا کہیں پر ہے گل کوئی تو وہیں کھلا کوئی اور ہے

اے خدا ہمیں اس **حبل الله المتين** یعنی خلافت کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی توفیق عطا فرما (آمین)

خلافت سے زندہ دلوں میں خدا

(از محترم میر اللہ بخش صاحب تسنیم)

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے
اسی سے ہر اک مشکل آسان ہے
رہیں گے خلافت سے وابستہ ہم
نہ ہوگا کبھی اپنا اخلاص کم
خلافت سے زیر نگیں ہو جہاں
خلافت کا جب تک رہے گا قیام
خلافت کا جس کو نہیں احترام
خلافت سے لطف خدا ہم منان
تمنائیں اسی سے ہیں اپنی جوان
خلافت سے زندہ دلوں میں خدا
نہ کیوں جان و دل ہو اس پر فدا

یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے
گریزاں ہے اس سے جو نادان ہے
جماعت کا قائم ہے اس سے بھرم
بڑھے گا اسی سے ہمارا قدم
خلافت کا اونچا ہے ہر دم نشاں
نہ کمزور ہوگا ہمارا نظام
زمانے میں ہوگا نہ وہ شاد کام
خلافت تو ہے احمدیت کی جان
ہے آسان اس سے ہر اک امتحان
خلافت غریبوں کا ہے آسرا
اسی کے ہے دم سے ہماری بقا

قدرت ثانیہ کی برکات

توحیدِ الٰہی کا قیام

محترم مولانا محمد صدیق صاحب شاہد گورداسپوری

خدا تعالیٰ کے جتنے بھی مامورین اور مرسلین دنیا میں مبعوث ہوئے ان کا بنیادی کام یہی تھا کہ بنی نوع انسان کو اس خدا کی خبر دی جائے جو اپنی ذات میں واحد و یگانہ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس حقیقت کو انبیاء علیہم السلام کی زبانی بار بار ان الفاظ میں دہرایا گیا ہے۔

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی بھی معبود نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:-

"نجات حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین پیدا کرے اور نہ صرف یقین بلکہ اطاعت کے لئے بھی کمر بستہ رہے اور اس کی رضا مندی کی راہوں کو شناخت کرے۔ اور جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے یہ دونوں باتیں محض خدا تعالیٰ کے رسولوں کے ذریعہ ہی حاصل ہوتی آئی ہیں۔ پھر کس طرح یہ لغو خیال ہے کہ ایک شخص توحید تو رکھتا ہے مگر رسول پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ بھی نجات پائے گا۔ اے عقل کے اندھے اور نادان توحید بجز ذریعہ رسول کے کب حاصل ہو سکتی ہے۔" (حقیقۃ الوحی صہ ۱۹۷)

پس خدا تعالیٰ اپنے انبیاء کے ذریعہ دنیا میں اپنی وحدانیت کو اس شان سے قائم فرماتا ہے کہ مشرکانہ زندگی پر موت وارد ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ خدا تعالیٰ کی کامل توحید قائم ہو جاتی ہے۔ پھر جب انبیاء علیہم السلام اپنی طبعی زندگی گذار کر اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو یہی مقدس فریضہ ان کے جانشینوں کے سپرد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سورہ نور کی آیت استخلاف میں یہی وعدہ کیا گیا ہے۔ اور اس منصب پر فائز وجودوں کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا۔ کہ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ گویا وہ خالص موحّد ہوں گے اور شرک کے مخالف ہوں گے۔ پس یہ ایک ذمہ داری

اور برکت ہوتی ہے کہ مامورین کے ذریعہ جو توحید الٰہی کا بیج بویا جاتا ہے اسے ان کے جانشین پروان چڑھاتے ہیں۔ اس کی کامل نگہداشت کرتے ہیں۔ اور مومنوں کے دلوں میں توحید کے عقیدہ کو اس قدر راسخ کر دیتے ہیں کہ وہ دوبارہ شرک کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ وہ خود بھی توحید کے پرستار ہوتے ہیں اور اپنے متبعین کو بھی اس کے پرستار بناتے ہیں۔ وہ نہ خود کسی غیر اللہ کے سامنے جھکتے ہیں نہ اپنی جماعت کو جھکنے دیتے ہیں۔

توحید کے سب سے بڑے علمبردار ہمارے آقا و مولیٰ حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپؐ نے توحید کی عظمت اور ارفع شان اس قدر دلوں میں بٹھادی کہ توحید دین حق کا مغز اور خلاصہ بن گئی۔ توحید ہی کا دوسرا نام دین حق قرار پایا۔ اور اقرار توحید و رسالت ایک امتیازی نشان قرار پاگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائے عزّوجل کی وحدانیت کا جو عظیم تصوّر پیش کیا اس کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کچھ یوں بیان فرمایا ہے:-

"حقیقی توحید جس کا اقرار خدا ہم سے چاہتا ہے اور جس کے اقرار سے نجات وابستہ ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ بت ہو۔ خواہ انسان ہو۔ خواہ سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر و فریب ہو منزّہ سمجھنا۔ اور اس کے مقابل پر کوئی قادر تجویز نہ کرنا کوئی رزاق نہ ماننا۔ کوئی معزّ اور مذّل خیال نہ کرنا۔ کوئی ناصر اور مددگار قرار نہ دینا اور دوسرے یہ کہ اپنی محبّت اُسی سے خاص کرنا۔ اپنی عبادت اسی سے خاص کرنا۔ اپنا خوف اسی سے خالص کرنا۔ پس کوئی توحید بغیر ان تین قسم کی تخصیص کے کامل نہیں ہوسکتی۔ اوّل ذات کے لحاظ سے توحید۔ یعنی اس کے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کی طرح سمجھنا۔ اور تمام کو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت خیال کرنا۔

دوم صفات کے لحاظ سے توحید۔ یعنی یہ کہ ربوبیت اور الوہیت کی صفات بجز ذاتِ باری کسی میں قرار نہ دینا اور جو بظاہر رب الانواع یا فیض رسان نظر آتے ہیں یہ اسی کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا۔ تیسرے یہ کہ اپنی محبت اور صدق اور صفا کے لحاظ سے توحید۔ یعنی محبت وغیرہ شعار عبودیت میں دوسرے کو خدا تعالیٰ کا شریک نہ گرداننا اور اسی میں کھوئے جانا"

(سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۲۲-۲۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء راشدین نے اس توحید کے علم کو جس جوانمردی، عزم و

ہمت اور نورِ بصیرت کے ساتھ بلند رکھا۔ اور دنیا کے مختلف ممالک اور اقوام کے لوگوں کے دلوں میں اس کو راسخ کرنے کی کوشش کی وہ تاریخِ ملت کا ایک درخشندہ باب ہے مگر اس کی تفصیل کو بیان کرنا یہاں مقصود نہیں۔ بلکہ ہمارے مدنظر آخری زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے جانشینوں کے ذریعہ توحید الٰہی کے قیام کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جماعت احمدیہ میں جب آسمانی نظام کو قدرتِ ثانیہ کی شکل میں قائم فرمایا تو آپ کے جانشینوں نے توحید خالص کو جماعت احمدیہ کے افراد کے ذہنوں میں اس انداز سے راسخ فرمایا کہ یہ اسی کی برکت ہے کہ آج خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کا ہر فرد اس یقین محکم پر قائم ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت، دنیا کا کوئی حاکم، دنیا کا کوئی جابر اس جماعت کو مٹا نہیں سکتا۔ اور وہ نہ صرف خود خدا تعالیٰ کی توحید کامل پہ یقین رکھتا ہے بلکہ اکنافِ عالم میں آج وہی توحید خالص کا علمبردار ہے اور دنیا میں توحید کے قیام کے۔ لئے اپنا تن من دھن قربان کر رہا ہے۔ اس حقیقت کا اظہار حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:۔

"میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ نے جب توحید کا پیغام دنیا میں پہنچانا ہے تو یاد رکھیں کہ اس راہ میں تکلیفیں دی جائیں گی..... میں جانتا ہوں کہ اس زمانے میں توحید کے لئے جتنی جماعت احمدیہ نے قربانیاں دکھائی ہیں دنیا کے پردے پر توحید کے لئے دی جانے والی ساری قربانیاں ایک طرف کر دیں تو اس کے مقابل پر ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس زمانے میں توحید کے نام پر سوائے جماعت احمدیہ کے کسی کو سزا نہیں دی جا رہی..... خدا کی قسم آج آپ ہیں جو توحید کیلئے ایسی قربانیاں پیش کر رہے ہیں..... پس ہم توحید کے محض دعویدار ہی نہیں۔ ہم توحید کو اپنے اعمال میں جاری کر چکے ہیں۔ آج آپ ہی تو ہیں۔ جو توحید کے نام پر ہر قسم کے ابتلاء میں مبتلاء کئے گئے۔ اور ہر ابتلاء سے ثابت قدم باہر نکلے ہیں۔ اس کا نام قدم صدق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جماعت احمدیہ کو قدم صدق عطا فرماتا رہے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰۔ اگست ۱۹۹۳ء۔ الفضل ۲۰۔ نومبر ۱۹۹۳ء)

جہاں ایک طرف قوم میں شرک اور بدعت کا زور ہے۔ قبر پرستی اور مردہ پرستی کو فروغ مل رہا ہے مسلمان حکمران قبروں پر بڑی بڑی چادریں چڑھانا اپنے لئے فخر کا باعث سمجھتے ہیں۔ اور پیر پرستی اور نجوم پرستی ان کا شیوہ بن چکی ہے وہاں جماعت احمدیہ ہی ہے جو "آسمانی نظام" کی برکت سے اس قسم کی لغو اور بیہودہ حرکات اور مشرکانہ خیالات سے محفوظ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

○ شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

چنانچہ ائمہ احمدیت نے اپنے اپنے وقت میں جس رنگ میں توحید خالص کے قیام کی کوشش فرمائی اس کا کچھ خاکہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد قدرتِ ثانیہ کے مظہر اوّل حضرت حکیم مولانا نورالدین ..... تھے۔ آپ قرآن کریم کے عاشق صادق تھے۔ چنانچہ درس القرآن کے دوران ایک بار آپ نے احباب جماعت کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:۔

"اللہ جلّ شانہٗ کی سچی فرمانبرداری اختیار کرو۔ اس کی اطاعت کرو۔ اس سے محبت کرو۔ اس کے آگے تذلّل کرو۔ اس کی عبادت ہو اور اللہ کے مقابل میں کوئی غیر تمہارا مطاع۔ محبوب۔ مطلوب۔ امیدوں کا مرجع نہ ہو۔ اللہ کے مقابل تمہارے لئے کوئی دوسرا نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تمہیں ایک طرف بلاتا ہو اور کوئی اور چیز خواہ وہ تمہارے نفسانی ارادے اور جذبات ہوں یا قوم اور برادری (سوسائٹی) کے اصول اور دستور ہوں۔ سلاطین ہوں۔ افراد ہوں۔ مزدوریں ہوں۔ غرض کچھ ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں تم پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ پس اللہ تعالیٰ کی اطاعت۔ عبادت۔ فرمانبرداری۔ تذلّل اور اس کی حُب کے سامنے کوئی اور شے محبوب۔ مقصود و مطلوب اور مطاع نہ ہو۔"

(فرمودہ ۱۷۔ جنوری ۱۹۰۲ء۔ الفضل ۲۵۔ جولائی ۱۹۹۳ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی وفات کے بعد جب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب مسندِ امامت پر متمکن ہوئے تو آپ نے پہلے جلسہ سالانہ پر ۲۸۔ دسمبر ۱۹۱۴ء کو جو تقریر فرمائی اس میں بڑے زور دار الفاظ میں جماعت کو توحید پر قائم ہونے اور شرک سے کلیۃً اجتناب کی تلقین کی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"میں تمہیں بڑے زور سے بتلاتا ہوں کہ دنیا میں لوگ خدا تعالیٰ سے غافل ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اُس سے بڑھ کر خوبصورت۔ اُس سے بڑھ کر محبت کرنے والا۔ اُس سے بڑھ کر پیارا اور کوئی نہیں ہے۔ تم لوگ اگر پیار کرو تو اُس سے کرو۔ محبت لگاؤ تو اُس سے لگاؤ۔ ڈرو تو اُس سے ڈرو۔ خوف کرو تو اس سے کرو۔ اگر وہ تمہیں حاصل ہو جائے تو پھر تمہیں کسی چیز کی پروا نہیں رہ جاتی اور کوئی

روک تمہارے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔" (برکات ..... صفحہ ۱۱۰)

پھر خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"صرف ایک ہی اللہ ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اس کو چھوڑ کر اور کسی کی تلاش کر لوں گا تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ ایک ہی ہے دوؔ نہیں۔ تینؔ نہیں۔ چارؔ نہیں اور ہزاروں لاکھوں نہیں۔ جب ایک ہی اللہ ہے تو اس کو چھوڑ کر کہاں جاؤ گے۔" (ایضاً صفحہ ۱۱۱)

شرک کی تردید کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

"اس سے بڑھ کر میں ایک اور بات بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ انسان کو چاہیئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے۔ اللہ ایک ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ کوئی احمدی مشرک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو موحد بننے کی توفیق دی ہے۔ اس لئے مجھے یہ تو ڈر نہیں کہ کوئی احمدی بتوں کے آگے سجدہ کرے گا۔ یا خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کا دامن پکڑنے کی کوشش کرے گا۔ باقی دنیا نے تو دین کو چھوڑ دیا ہے۔ مگر تم وہ جماعت ہو جس نے عہد کیا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ پھر خدا تعالیٰ نے اس جماعت سے وعدہ فرمایا ہے کہ میں اسے بڑھاؤں گا اور یہ ایک برگزیدہ جماعت ہے۔ اس لئے اس جماعت کے متعلق صریح شرک کا احتمال نہیں کیا جا سکتا۔" (ایضاً صفحہ ۱۱۸)

جماعت احمدیہ کے تیسرے امام حضرت مرزا ناصر احمد (خلیفۃ المسیح الثالث) امامت سے قبل اپنی ابتدائی زندگی سے ہی شرک کا قلع قمع کرنے اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو قائم کرنے کا جذبہ اپنائے ہوئے تھے۔ چنانچہ محترم ثاقب زیروی صاحب آپ کے بارہ میں ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:۔

"۱۹۴۸ء میں جب فرقان فورس کشمیر میں محاذ پر خدمات سر انجام دے رہی تھی تو آپ کے ساتھ مجھے محاذِ جنگ میں بربط کی پہاڑیوں پر جانے کا موقع ملا۔ تو بھمبر سے سوکھا تالاب جاتے ہوئے راستہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ جو گائیڈ ہمیں راہنمائی کے لئے دیا گیا تھا وہ چلتے چلتے ایک دم ایک جگہ بیٹھ کر اپنا دایاں ٹخنہ پکڑ کر کراہنے لگا۔ آپ جو چند قدم پیچھے تھے فوراً بھاگ کر اس کے پاس پہنچے۔ معلوم ہوا کہ اسے بچھو نے ڈس لیا ہے۔ آپ نے اسے تسلی دی اور اس کے سامنے بیٹھ گئے کہ بسم اللہ اور ھو الشافی پڑھ کر اس کے ٹخنے کو سہلانے لگے۔ یہ

عمل کوئی دو یا تین منٹ تک جاری رہا۔ اس کے بعد اس شخص کے چہرے پہ رونق اُبھرنے لگی یہاں تک کہ وہ ہشاش بشاش اُچھل کر کھڑا ہو گیا اور قافلہ پھر روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد آپ آگے آگے تھے ہم دونوں پیچھے پیچھے تھے کہ اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کے صاحب تو بڑے کرنی والے ہیں۔ گو یہ گفت گو خاص بلند آواز سے نہیں ہو رہی تھی مگر یہ گفت گو آپ نے سُن لی۔ اور فوراً مُڑ کر ہمارے پاس آئے اور گائیڈ سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"دیکھو اس میں کسی کرامت کا دخل نہیں ہے اگر چاہو تو میرے جیسے کرنی والے تم بھی بن سکتے ہو۔ بس اتنا کیا کرو کہ جب آموں کو بُور آجائے تو موسم میں اس بُور کو اچھی طرح اپنے ہاتھوں میں رگڑ رگڑ کر مَل لیا کرو۔ اس بُور کا کم از کم سال بھر اثر ضرور رہتا ہے۔"

پھر ہنس کر فرمایا

"ایسا کرنے کے بعد تم بھی میری طرح کے کرنی والے بن جاؤ گے۔"

اس وضاحت و نصیحت کے بعد جب ہم نے اپنا سفر شروع کیا تو مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"ثاقب یہ بھی شرک کی ایک قسم ہے۔ شرک ہمیشہ باریک در باریک راہوں سے انسانی جذبات و محسوسات پر وار کرتا ہے۔ اسے اس کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔ اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ فوراً ہی اسے بتا دوں کہ یہ تاثیر دراصل اللہ تعالیٰ نے اس "بُور" میں رکھ دی ہے۔ بُور والے ہاتھ زخم پر پھیرنے سے مچھر۔ بھڑ اور بچھو کا درد اور زہر خدا تعالیٰ کے فضل سے جلد دُور ہو جاتا ہے۔ عطائی اور فریب کار اس کو معجزہ کے طور پر پیش کر کے ہی جہلاء کو لُوٹتے ہیں۔"

(الفضل حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نمبر صـ ٦٧)

جب خدا تعالیٰ نے آپ کو منصب امامت سے سرفراز فرمایا تو خدا تعالیٰ کی وحدانیت۔ اس سے ذاتی تعلق اور اس ذات پر توکّل میں شدت پیدا ہوتی چلی گئی۔ اور خدا تعالیٰ کی ہستی پہ آپ کو ایسا کامل یقین تھا کہ اس کے مقابل پہ آپ کسی اور کو ایک لمحہ کے لئے بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ چنانچہ آپ اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں:۔

"خدا کا یہ عجیب نشان ہے کہ جب ۱۹۷۱ء کے شروع میں مَیں گھوڑے سے گرا اور علاج کے کئی مراحل سے مجھے گزرنا پڑا تو اس سے میرے گھٹنے STIFF ہو گئے۔ ایک ڈاکٹر مجھے کہنے لگے یہ تو اب ٹھیک ہو ہی نہیں سکتے۔ مَیں نے کہا مَیں نے

تمہیں خدا کب مانا ہے؟ میں تو اللہ کو مانتا ہوں اور اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں جو قادر مطلق ہے۔ اس کے سامنے کوئی چیز انہونی نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور یہ تکلیف دُور ہوگئی۔۔۔۔۔ (الفضل ۲۔ مارچ ۱۹۸۰ء)

پھر آپ اپنے رب پر بھروسہ کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"آج میں تم کو بتاتا ہوں کہ مجھے دنیا کے کسی سہارے کی ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ میرا سہارا ہے اور اس پر میرا توکل ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس صدی میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار قائم ہوگا۔"

(تقریر جلسہ سالانہ ۲۸۔ دسمبر ۱۹۸۰ء)

۱۸۔ جولائی ۱۹۸۰ء کو فرینکفرٹ میں خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا:۔

"بنیادی حقیقت اس کائنات کی توحید باری تعالیٰ ہے۔ اس کو چھوڑ کر اس کو ناراض کر کے ہم کہاں جائیں گے۔ انسانوں کی پرواہ نہ کرو۔ انسان کی حیثیت ہی کیا ہے۔ وہ ایک ایٹم ایک ذرّہ پیدا کرنے پر بھی قادر نہیں ہے۔ اس لئے بجز خدا کے کسی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہمیشہ مسکراتے رہو۔ صرف خدا سے ڈرو اور ہمیشہ اسی فکر میں رہو کہ وہ ناراض نہ ہو جائے۔" (دورہ مغرب صفحہ ۱۳۴)

پھر حضور نے خدا تعالیٰ کی توحید پر یکم اگست ۱۹۸۰ء کو اوسلو ناروے میں افتتاح "البیت" کے موقعہ پر فرمایا:۔

"وہ اللہ ذاتِ واحد ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اس کے سوا کوئی اور عبادت اور اطاعت کے لائق نہیں۔ وہ عالم الغیب ہے۔ وہی اپنی ذات کی حقیقی معرفت رکھتا ہے۔ اس کے سوا اس کی ذات اور صفات کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ ہر مشہود چیز کا بھی حقیقی علم اسی کو ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کی نگاہ میں ہے۔۔۔۔ تمام صفاتِ حسنہ اس میں پائی جاتی ہیں۔ وہ قادرِ مطلق اور کامل حکمتوں والا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے اسے کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ وہ دنیا کا مالک ہے وہ آقا ہے۔ بے انتہا فضل کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا۔ اور جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جزا سزا کا اختیار کسی اور کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ حیّ و قیوم اپنی ذات میں خود کفیل اور ہر حیات کا سرچشمہ اور ہر وجود کا سہارا ہے۔

وہ اللہ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ اس نے کسی کو جنا ہے نہ خود جنا ہوا ہے۔ اور کوئی نہیں جو اس کا ہمسر ہو یا اس جیسا ہو۔ سرِ مُو انحراف کئے بغیر توحید باری پر صحیح رنگ میں ایمان لانا یہ وہ عدل ہے جو ایک بندے کے لئے اپنے خالق کے بارہ میں روا رکھنا لازم ہے۔

توحید باری پر ایمان کا اعلان کرنے اور پوری صحت کے ساتھ اعلان کرنے کی غرض سے ہی اللہ کا گھر تعمیر کیا جاتا ہے۔" (دورۂ مغرب صفحہ ۲۲۱-۲۲۲)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے دَور میں توحید کے قیام اور ہر فرد کے ذہن میں اس کی حقیقت کو راسخ کرنے کے لئے ایک خاص جوش اور ولولہ نظر آتا ہے۔ آپ نے اس موضوع پر متواتر کئی خطبات جمعہ ارشاد فرمائے جن میں توحید الٰہی کی افادیت، ضرورت اور حقیقت پر تفصیلی روشنی ڈالی اور بڑے دَرد بھرے دل کے ساتھ جماعت کے افراد کو توحید پر قائم ہونے اور اس کی اشاعت کے لئے اپنی تمام تر کوششوں کو بروئے کار لانے کی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ آپ جماعت کی جملہ تنظیموں کی مجالسِ عاملہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"سب سے اہم بات جس کو تمام دنیا کی مجالس عاملہ کو ملحوظ رکھنا چاہیئے وہ توحید ہے۔ توحید خالص کسی آسمان پر بسنے والی چیز کا نام نہیں ہے۔ (دینِ حق) جس خدا کو پیش کرتا ہے وہ آسمانوں کا بھی خدا ہے اس سے کائنات کا کوئی حصہ بھی خالی نہیں وہ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے۔ اس کی توحید کے دائرہ سے کوئی چیز بھی باہر نہیں۔ اس کی توحید کے اثر اور نفوذ سے کوئی چیز خالی نہیں ہونی چاہیئے۔ اس لئے جماعت احمدیہ جو حقیقی توحید پرست ہے اسے اپنے طرزِ عمل میں توحید کا منظر پیش کرنا چاہیئے۔ اگر جماعت احمدیہ نے اس طرف سے غفلت کی اور ایسا ہونے دیا کہ انگلستان کی جماعت ایک الگ کردار لے کر اُٹھ رہی ہو اور افریقہ کی جماعتیں ایک الگ کردار لے کر اُٹھ رہی ہوں اور اسی طرح یورپ اور امریکہ چین اور جاپان۔ انڈونیشیا اور ملائشیا کی اور دیگر ممالک کی جماعتیں اپنا اپنا ایک الگ کردار اپنا رہی ہوں تو توحید قائم نہیں ہو سکتی۔ توحید عمل کی دنیا میں دکھائی دینی چاہیئے۔ خدا کے نام پر اکٹھے ہونے والے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جمع ہونے والے ایک

ہو جانے چاہئیں اور انہیں وحدت کا منظر پیش کرنا چاہیئے۔ وحدت کے مناظر مختلف شکلوں سے مختلف زاویوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ ایک وحدت کا منظر ہے آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنا اور ایک ہو جانا جغرافیائی تفریقات کو بھلا دینا۔ رنگ نسل کے امتیازات کو فراموش کر دینا اور ایک جان ہو جانا۔ اس پہلو سے بھی توحید کو دنیا میں قائم کرنے کی اشد ضرورت ہے اور یہ محض تلقین سے قائم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس سلسلہ میں باقاعدہ منصوبہ بندی ہونی چاہیئے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷۔نومبر ۱۹۸۶ء الفضل ۲۔ستمبر ۱۹۹۳ء)

پھر حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہام کی روشنی میں جماعت کو مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"چونکہ توحید کا مضمون چل رہا ہے اس لئے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ملنے والی ایک خدائی خبر کے الفاظ میں ان تمام مجالس کو اور دنیا کی تمام جماعتوں کو پیغام دیتا ہوں کہ اے ابنائے فارس توحید کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ خبردار توحید کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں خوشخبری دو۔ کہ خدا کی نگاہ میں ان کا قدم سچائی پر پڑا ہے ان کے رب کی نظر میں ان کا قدم سچائی پر پڑ رہا ہے۔

ان دونوں جملوں کا تعلق دراصل توحید اور اس کے لازمی نتیجہ سے ہے۔ یہاں ابنائے فارس کو یہ ارشاد فرمایا گیا لیکن ابنائے فارس میں روحانی ابنائے فارس لازماً داخل ہیں۔ کیونکہ ابنائے فارس کا مضمون بھی روحانی تعلق سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت سلمان فارسی کو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت قرار دیا۔ گویا ... ت کی ذات کا ایک روحانی تعلق ہے۔ جسے اہلِ بیت کے تعلق میں تبدیل کر کے ظاہر فرمایا گیا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰۔اگست ۱۹۹۳ء الفضل ۲۰۔نومبر ۱۹۹۳ء)

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد قدرتِ ثانیہ کی برکت سے خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ توحیدِ خالص پر قائم ہے اور توحید ہی اس کے تمام تر مقاصد میں داخل ہو چکی ہے۔ اور یہی وہ چشمہ ہے جس کے ذریعہ وہ دنیا بھر کے پیاسوں کی تشنگی بجھانے کی کوشش کر رہی ہے۔ بشکریہ ماہنامہ انصار اللہ مئی 1995ء

واقفین نو ایسے ہونے چاہیں جو غریب کی تکلیف سے غنی نہ بنیں لیکن امیر کی امارت سے غنی ہو جائیں

حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"غنا کے متعلق میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ قناعت کے بعد پھر غنا کا مقام آتا ہے اور غنا کے نتیجہ میں جہاں ایک طرف امیر سے حسد پیدا نہیں ہوتا وہاں غریب سے شفقت ضرور پیدا ہوتی ہے۔ غنا کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غریب کی ضرورت سے انسان غنی ہو جائے انسان اپنی ضرورت سے غیر کی ضرورت کی خاطر غنی ہوتا ہے۔ اسلامی غنا میں یہ ایک خاص پہلو ہے جسے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے واقفین بچے ایسے ہونے چاہئیں جو غریب کی تکلیف سے غنی نہ بنیں لیکن امیر کی امارت سے غنی ہو جائیں اور کسی کو اچھا دیکھ کر انہیں تکلیف نہ پہنچے لیکن کسی کو تکلیف میں دیکھ کر وہ ضرور تکلیف محسوس کریں۔" (خطبہ جمعہ حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۸۹-۲-۱۰)

واقفین نو میں شروع ہی سے اپنا غصہ ضبط کرنے کی عادت ہونی چاہئے۔

حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"ایسے واقفین بچے چاہیں جن کو شروع ہی سے اپنے غصے کو ضبط کرنے کی عادت ہونی چاہئے جن کو اپنے سے کم علم کو حقارت سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ جن کو یہ حوصلہ ہو کہ وہ مخالفانہ بات سنیں اور تحمل کا ثبوت دیں۔ جب ان سے کوئی بات پوچھی جائے تو تحمل کا ایک یہ بھی تقاضا ہے کہ ایک دم منہ سے کوئی بات نہ نکالیں بلکہ کچھ غور کر کے جواب دیں۔ یہ ساری ایسی باتیں ہیں جو بچپن ہی سے طبیعتوں میں اور عادتوں میں رائج کرنی پڑتی ہیں۔ اگر بچپن سے یہ عادتیں پختہ نہ ہوں تو بڑے ہو کر بعض دفعہ ایک انسان علم کے ایک بہت بلند معیار تک پہنچنے کے باوجود بھی ان عام سادہ سادہ باتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔" (خطبہ جمعہ حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۸۹-۲-۱۰)

واقفین نو کی تربیت میں والدین دل کی حسرتیں پوری کریں اور تقویٰ سے سجا کر خدا کے حضور پیش کریں

سیدنا حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

"قربانیاں تحفوں کا رنگ رکھتی ہیں اور ان کے ساتھ سجاوٹ ضروری ہے آپ نے دیکھا ہو گا بعض لوگ تو مینڈھوں اور بکروں کو بھی خوب سجاتے ہیں اور بعض تو ان کو زیور پہنا کر پھر قربان گاہوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھولوں کے ہار پہناتے ہیں اور کئی قسم کی سجاوٹیں کرتے ہیں انسانی قربانی کی سجاوٹیں اور طرح کی ہوتی ہیں انسانی زندگی کی سجاوٹ تقویٰ سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیار اور اس کی محبت کے نتیجہ میں انسانی روح بن ٹھن کر تیار ہوا کرتی ہے پس پیشتر اس کے کہ یہ بچے اتنے بڑے ہوں کہ جماعت کے سپرد کیے جائیں ان ماں باپ کی بہت ذمہ داری ہے کہ وہ ان قربانیوں کو اس طرح تیار کریں کہ ان کے دل کی حسرتیں پوری ہوں جس شان کے ساتھ خدا کے حضور ایک غیر معمولی تحفہ پیش کرنے کی تمنا رکھتے ہیں وہ تمنائیں پوری ہوں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۸۹-۲-۱۰)

دوسری و آخری قسط

سیرت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل....

(از حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ)

نوٹ: سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل..... کی سیرت پر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے جماعت احمدیہ کے ستاسیٔ ویں جلسہ سالانہ منعقدہ ربوہ مورخہ ۲۷۔ دسمبر ۱۹۷۹ء کو تقریر فرمائی۔ بشکریہ ماہنامہ "انصار اللہ" مئی 95ء

آپ کا بلند مقام: ۱۹۰۷ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مولوی صاحب بیمار ہو گئے اور بیماری طُول پکڑ گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام متواتر دعا بھی کر رہے تھے اور ہر روز عیادت کے لئے بھی تشریف لے جاتے۔ ایک روز عیادت سے واپسی پر خود نسخہ تیار کر رہے تھے کہ حضرت (اماں جان) نے آپ کی پریشانی کو دیکھ کر بغرض تسکین وہی کہا "مولوی عبدالکریم صاحب فوت ہو گئے۔ مولوی برہان الدین صاحب فوت ہو گئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مولوی صاحب کو جلد تندرستی عطا فرمائے۔ جس پر حضور نے فرمایا "یہ شخص ہزار عبدالکریم کے برابر ہے۔"

حضرت مسیح موعود کا وصال اور قدرتِ ثانیہ کی بیعت: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ساڑھے دس بجے قبل از دوپہر لاہور میں ہوا۔ جسدِ اطہر دوسرے دن صبح آٹھ بجے کے قریب قادیان پہنچا اور باغ والے مکان کے دالان میں احباب کی سہولتِ زیارت کے لئے رکھا گیا۔ جماعت کے اہلِ رائے اصحاب جو قادیان پہنچ چکے تھے۔

حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے مکان پر جمع ہوئے اور حضرت (اماں جان) اور صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب اور حضرت میر ناصر نواب صاحب سے مشورہ کرنے کے بعد اتفاق رائے سے یہ تحریر تیار کی کہ

"اما بعد مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔ اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اتقیٰ ہیں۔ اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں۔ اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے شعر

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

سے ظاہر ہے کہ آپ کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں۔ اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے لئے ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا"

اس تحریر کے نیچے بہت سے احباب نے دستخط کئے جن میں یہ بھی شامل تھے۔

شیخ رحمت اللہ صاحب۔ سید محمد احسن صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ مولوی غلام حسن خاں صاحب۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔

(بدر جلد ۷ نمبر ۲۲ ۲۔ جون ۱۹۰۸ء)

اس تحریر پر دستخط کرنے والے سب احباب حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا منشاء گذارش کیا۔ آپ نے کچھ سوچ کے بعد فرمایا۔ میں دعا کے بعد جواب دوں گا۔ پھر حضور نے دو نفل ادا کئے اور دعاؤں سے فارغ ہو کر فرمایا۔ چلو ہم سب وہیں چلیں جہاں ہمارے آقا کا جسد اطہر اور ہمارے بھائی انتظار میں ہیں۔ چنانچہ یہ مجلس برخاست ہو کر باغ پہنچی اور تمام حاضر الوقت احباب کے اتفاق سے حضرت مولوی مفتی محمد صادق صاحب نے مندرجہ بالا تحریر حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں بطور درخواست پڑھ کر سنائی اس کے جواب میں آپ نے تشہد اور تعوذ کے بعد آیت وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ۔۔۔ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ تلاوت فرمائی اور ایک درد انگیز تقریر کے دوران فرمایا:۔

"کہ میری پچھلی زندگی پر غور کر لو میں کبھی امام بننے کا خواہش مند نہیں ہوا۔ میں۔۔۔ اپنی حالت سے

خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ واقف ہے۔ میں دنیا میں ظاہرداری کا خواہش مند نہیں۔ مگر خواہش ہے تو یہ کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ اس خواہش کے لئے میں دعائیں کرتا ہوں اور قادیان بھی اسی لئے رہا اور رہتا ہوں اور رہوں گا۔ میں نے اسی فکر میں کئی دن گزارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی۔ اسی لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحب کے اقارب ہیں ..... تین آدمی موجود ہیں۔ اوّل میاں محمود احمد وہ میرا بھائی ہے اور بیٹا بھی۔ اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی خان صاحب ہیں۔ اسی طرح خدمت گزاران دین میں سے سید محمد احسن صاحب اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے ہیں۔ سیّد بھی ہیں۔ خدمات دین کے لئے ایسے ایسے کام کئے ہیں کہ میرے جیسا انسان شرمندہ ہو جاتا ہے۔ آپ نے ضعیف العمری میں بہت سی تصانیف حضرت کی تائید میں لکھیں۔ یہ ایسی خدمت ہے جو انہیں کا حصہ ہے۔ بعد اس کے مولوی محمد علی صاحب ہیں جو ایسی خدمات کرتے ہیں جو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ یہ سب لوگ موجود ہیں۔ باہر کے لوگوں میں سے سید حامد شاہ اور مولوی غلام حسن ہیں اور بھی (احباب) ہیں۔

یہ ایک بڑا بوجھ ہے۔ خطرناک بوجھ ہے۔ اس کا اٹھانا مامور کا کام ہو سکتا ہے کیونکہ اس سے خدا کے عجب در عجیب وعدے ہوتے ہیں جو ایسے دکھوں کے لئے جو بیٹھ توڑ دیں عصا بن جاتے ہیں۔

پس میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جن عمائد کا نام لیا ہے ان میں سے کوئی منتخب کر لو میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر تم میری ہی بیعت کرنا چاہتے ہو تو سن لو بیعت بک جانے کا نام ہے... ..... بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے۔ ایک شخص دوسرے کے لئے اپنی تمام حریت اور بلند پردازیوں کو چھوڑ دیتا ہے..... طبائع کے اختلاف پر نظر کر کے یک رنگ ہونے کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت ہے۔ یہ سب کچھ خدا کے فضل پر موقوف ہے....

.....اب تمہاری طبیعتوں کے رُخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اگر تمہیں یہ بات منظور ہو..... تو میں طوعاً و کرھاً اس بوجھ کو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے اٹھاتا ہوں جس نے فرمایا کہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ.....

یاد رکھو ساری خوبیاں وحدت میں ہیں۔ جس کا کوئی رئیس نہیں وہ مر چکی۔" (بدر جلد ۷، نمبر ۲۲ ۲ جون ۱۹۰۸ء)

اس تقریر کو سن کر تمام حاضرین نے جن کی تعداد تقریباً بارہ صد تھی یک زبان ہو کر کہا کہ آپ ہماری بیعت لیں ہم آپ کے احکام مانیں گے آپ ہمارے امیر ہیں۔ اور ہمارے مسیح کے جانشین۔ اس کے بعد تمام حاضرین

نے حضرت مولوی صاحب کو خلیفۃ المسیح اول تسلیم کر کے آپ کی بیعت کی۔ بیعت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جس کے بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ اور نماز کے بعد خدام نے یکے بعد دیگرے حضرت اقدس کے نورانی چہرہ کی آخری زیارت کی اور شام کے قریب جسد اطہر کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے بحیثیت سیکرٹری صدر انجمن یہ اعلان شائع کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقربا حضرت مسیح موعود و باجازت حضرت (اماں جان) کُل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی .... حضرت حاجی الحرمین شریفین حضرت حکیم نورالدین صاحب سلمہ کو آپ کا جانشین اور .... قبول کیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ خط بطور اطلاع کُل ممبران کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کو پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الاُمّت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں بذاتِ خود یا تحریری بیعت کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے وصال سے ڈیڑھ ماہ پیشتر ایک تقریر کے دوران میں فرمایا۔ صوفیاء نے لکھا ہے جو شخص کسی شاہ یا نبی اور رسول کے بعد (جانشین) ہونے والا ہوتا ہے سب سے پہلے حق اس کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ یہ صریح اشارہ تھا کہ حضور کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب آپ کے (جانشین) ہوں گے۔

غیر مبائعین کے شبہات:

خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہی بعض (احباب) کے دل میں شبہات پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ مولوی محمد علی صاحب کو تو بیعت میں بھی تامل تھا۔ حقیقتِ اختلاف صفحہ ۲۹-۳۰ پر انہوں نے بیان کیا۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات لاہور میں ہوئی۔ آپ کی نعش مبارک جب قادیان میں پہنچی تو باغ میں خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ یہ تجویز ہوئی ہے کہ حضرت مسیح موعود کے جانشین حضرت مولوی نورالدین ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ تجویز ہوئی ہے کہ سب احمدی ان کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ مَیں نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے۔ جو لوگ نئے سلسلہ میں داخل ہونگے انہیں بیعت کی ضرورت ہے اور یہی الوصیت کا منشاء ہے اور اب تک مَیں اس پر قائم ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جن لوگوں نے بیعت کی ہے انہیں آپ کی وفات کے بعد کسی دوسرے شخص کی بیعت کی ضرورت نہیں اور نہ بیعت لازمی ہے۔ لیکن بایں ہمہ مَیں نے بیعت کر بھی لی۔ کیونکہ اس میں جماعت کا اتحاد تھا۔"

لیکن مولوی صاحب نے اس کے بعد اپنے رسالہ ایک نہایت ضروری اعلان میں یہ بھی کہا۔

"مرید اپنے تئیں اپنے مرشد کے سامنے ایک بے جان کی طرح ڈال دیں اور اپنی جملہ خواہشات کو اس کے سپرد کر دیں نہ یہ کہ مرشد کہتا ہے کہ ایک بات درست ہے تو مرید کہتا ہے کہ مرشد نے سمجھائی نہیں۔ میں اس سے بہتر سمجھتا ہوں۔ بیعت کر لینے کے بعد یہ حضرت خلیفۃ المسیح کی گستاخی ہے اور بیعت کے مفہوم کے ساتھ ہنسی ہے۔"

غیر مبائعین کا امیر بننے کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے امیر کے اختیارات اور حیثیت کی عین وہی تعریف کی جو (امام) پر صادق آتی ہے۔ گو انہیں وہ حیثیت حاصل ہے۔

قدرتِ ثانیہ کے ذریعہ برکات:

حضرت خلیفۃ المسیح ...... نے اپنے مختصر زمانہ ...... میں کئی کارہائے نمایاں سر انجام دیئے اور بہت سے عزائم مبارکہ کی تکمیل کی۔ واعظین سلسلہ اور علمائے دین کی ایک جماعت تیار کی۔ دینی تعلیم کا نظام قائم کیا۔ قرآن کریم کے علوم و حقائق کا سلسلہ صحت اور بیماری میں جاری رکھا۔ یتامیٰ اور مساکین کی متواتر خبرگیری فرمائی۔ طلبا کی ہر لحظہ ہمت افزائی کی۔ کسب خیر کی تمام راہوں پر گامزن رہنے کا عملی نمونہ پیش کرتے چلے گئے۔ جماعت کی دینی، اخلاقی اور روحانی تربیت متواتر فرماتے رہے۔ لیکن آپ کا سب سے ممتاز کارنامہ استحکام (امامت) تھا۔ اس مقصد کے حصول میں آپ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ یہ وہ امانتِ عظیمہ تھی جسے آپ نے کامل طور پر ادا فرمایا۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اسی امانت کو ادا فرمایا تھا۔ فجزاھم اللہ خیراً۔ تفصیل میں جانے کے لئے وقت بھی میسر نہیں اور تفصیل میں جانے کی ضرورت بھی نہیں۔ آپ نے ان حقائق میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہنے دی کہ (امام) خدا بناتا ہے۔ (امام) واجب الاطاعت امیر ہوتا ہے۔ سلسلے کے تمام ادارے (امام) کے تابع ہیں۔ (امام) ان کا مطاع ہے۔ (امام) کی اطاعت رسول کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ (امامت) کے متعلق جماعت میں (اختلاف) ہونے پر ۶۵ سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ آج (امامت) سے متعلقہ اختلافی مسائل پر کسی بحث مباحثے کی ضرورت باقی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت نے سب مسائل حل کر دیئے ہیں۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جو ایک وقت کہہ چکے تھے۔ کہ حاصلِ کلام یہ کہ نبی اور رسول ہونگے مگر ساتھ ہی امتی بھی ہونگے کیونکہ اس طرح بسبب امتی ہونے کے ان کی رسالت اور نبوت ختم نبوت کے منافی نہ ہوگی۔ مجاہد کبیر میں لکھا ہے۔ کہ

"اس میں شک نہیں کہ اگر میاں محمود صاحب اور اُن کی جماعت حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو ان کے اصل اور صحیح مقام پر رہنے دیتی اور ان کے متعلق غالیانہ عقائد کا اظہار نہ کرتی تو یہ مخالفت کبھی پنپنے

نہ پاتی اور احمدیت کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہوتی۔" (صفحہ ۱۲۲)

غور کا مقام ہے کہ غیر مبائعین نے تو اپنے زعم کے مطابق حضرت مسیح موعود کو ان کے صحیح اور اصل مقام پر رکھا اور اُن کے متعلق غالیانہ عقائد کا اظہار نہیں کیا۔ اس لئے چاہیئے تھا کہ ان کے بزعم خود صحیح مؤقف کے نتیجے میں انہیں دن دگنی رات چوگنی ترقی ہوتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شہادت متواتر یہ چلی آتی ہے کہ وہ جن کا ابتدائی دعویٰ تھا کہ جماعت کا ۱۹/۲۰ حصہ ان کی تائید میں ہے گرتے گرتے مٹھی بھر رہ گئے اور باہمی اختلافات کی وجہ سے ان کی حالت عبرتناک ہو چکی ہے۔ اور جماعت احمدیہ بفضلِ اللہ تعالیٰ ہر نوع کی شدید مخالفت کے اور طرح طرح کی ایذادہی کے باوجود پیہم شاہراہِ ترقی پر گامزن رہی۔ آج اس محفل میں جس قدر غیراز جماعت متلاشیانِ حق موجود ہیں۔ ان کی تعداد جملہ غیر مبائعین کی تعداد سے کئی گنا بڑھ کر ہے۔ اور ایسی ہی نسبت ان فدایان کی ہے جو بیرونِ پاکستان سے ہزاروں میل کا سفر کر کے اور لاکھوں در لاکھوں روپے کو صرف کر کے اس مبارک اجتماع میں شمولیت کی خاطر حاضر ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور انسانی آنکھوں میں بھی فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ ہے۔ اگر حضرت خلیفۃ المسیح الاول..... اختلافی مثال کی بار بار شاندار الفاظ میں وضاحت نہ فرما چکے ہوتے اور جماعت کو محکم بنیادوں پر قائم نہ کر چکے ہوتے تو جماعت کا شیرازہ کبھی کا بکھر چکا ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر اس کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔ اس کی تقدیر نے جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھڑا کر کے دین اسلام کی تقویت اور مسلمانوں کی وحدت کا سامان فرمایا تھا۔ ویسے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال پر حضرت مولوی نورالدین ..... کو کھڑا کر کے سلسلہ احمدیہ کی تقویت اور جماعت کی وحدت کا انتظام فرمایا۔ جیسا کہ آپ نے ابتداء میں ہی ایک مضمون کے دوران فرمایا۔ حضرت مسیح موعود نے زندگی میں سر الخلافہ لکھ کر اور وفات میں روحانی ترقی کا معجزہ دکھا کر ثابت کر دیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک..... کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ دیکھتے نہیں کہ نبی کریم کے غلام اور اس کے جانشین کے رُوبرُو آپ کے چار بیٹے اور پوتا۔ لائق داماد اور ایک سید خسر موجود ہیں۔ اور وہ ہمہ تن اس آدمی کے ماتحت جو نہ قرب نہ اتنا رشتہ دار جتنا قریشیت کے لحاظ سے صدیق اکبر کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق حاصل تھا۔ اس موجودہ اتفاق و وحدت سے ہمارے احباب فائدہ اٹھائیں۔ آپ کی ذات بابرکات تمام افراد کے لئے بلاتفریق یکساں فیض رساں ہیں۔

وقار اور سادگی کا حسین امتزاج: شیخ یعقوب علی صاحب نے لکھا۔ قادیان میں باہر سے جب کوئی شخص آتا ہے۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح کو اس کی آنکھیں

تلاش کرتی ہیں تو وہ اس کے دربار میں پہنچ کر سخت حیران ہوتا ہے۔ جب دیکھتا ہے کہ معمولی چٹائیوں کے فرش پر بہت سے لوگ بیٹھے ہیں۔ اور سب کے سب نہایت بے تکلفی اور سادگی سے بیٹھے ہوئے ہیں اور ان میں بظاہر کسی قسم کا امتیاز نظر نہیں آتا۔ وہ اتنا تو دیکھتا ہے کہ ایک وجیہہ پُرنور پُرہیبت بوڑھا ان میں موجود ہے۔ مگر اس کا لباس، نشست و برخاست، اس کا اندازِ گفتگو ایسا نہیں کہ جس سے سمجھ سکے کہ یہ نورانی وجود مسندِ (امامت) پر متمکن ہے۔ وہ نہایت سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ مریدوں کے ہجوم کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جو ان کے مرضوں کی تشخیص کرتا ہے اور ان کا علاج کرتا ہے۔ ان میں سے بعض کئی قسم کے مذہبی سوال کرتے ہیں۔ اور اس کا جواب اسی منہ سے سنتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وجود کو اس کی آنکھیں ڈھونڈ رہی تھیں وہ یہی ہے۔ اس وقت دیکھنے والے کا تعجب اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ اوپر سے دربار (امامت) کا نقشہ نظر آ جاتا ہے۔ ہمارا ..... اور امام نہایت سادہ مزاج اور نہایت بے تکلف امام ہے۔ وہ ادنیٰ سے اعلیٰ کے ساتھ اس طور پر کلام کرتا ہے کہ ہر شخص یقین کرتا ہے کہ جو محبت اور بے تکلفی اسے اس کے ساتھ ہے شاید کسی اور کے ساتھ نہ ہو۔ مگر وہ سب کے ساتھ وہی ہمدردی اور محبت رکھتا ہے۔ اس کی اندرونی اور بیرونی نشست میں سادگی ہی سادگی ہے۔ اس کے کھانے میں اس کے پہننے میں بھی سادگی ہے۔ اسے عام لوگوں میں سے جو چیز اسے ممتاز کرتی ہے۔ وہ اس کا پُرشوکت اور نورانی چہرہ اور اس کی عام ہمدردی اور خدمت دین ہے جس میں وہ تمام وقت مصروف رہتا ہے۔ آپ کے دربار میں ہر کس و ناکس کو رسائی تھی ....

۱۸۔ نومبر ۱۹۱۰ء جمعہ کی نماز کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح گھوڑے سے گر گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک کشف میں دیکھا تھا کہ مولوی نورالدین صاحب گھوڑے سے گر گئے ہیں۔ آپ کو بہت سی ضربات آئیں۔ اور دائیں کنپٹی پر گہرا زخم پہنچا۔ جو بعد میں ناسور کی شکل اختیار کر گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم سے ایسی حالت میں جان بخشی فرمائی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو الہام پورے ہوئے۔ "دوبارہ زندگی" دوسرا الہام "منسوخ شدہ زندگی" ایک لمبے عرصہ تک آپ اپنی نشست کے کمرے سے باہر تشریف نہ لے گئے۔ پھر بھی اس حالت میں تعلیم و تدریس اور تشخیص و علاج امراض اور دیگر فرائض کی ادائیگی کا سلسلہ جاری رہا اور آپ کے چشمۂ فیض کی روانی میں کمی نہ آئی۔ استحکام (امامت) کے سلسلے میں بعض معرکۃ الآراء تقاریر اور اعلانات اس حادثہ کے بعد کے زمانہ کے ہیں۔

حسین یادوں کا تذکرہ:

غیر مناسب نہ ہوگا کہ اس مرحلہ پر کچھ تذکرہ ان نوازشات اور احسانات کا بھی کیا جائے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی طرف سے اس عاجز پر بطور

مرحمتِ خسروانہ ثابت ہوئے۔ اس عاجز کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی زیارت کا شرف ۳۔ ستمبر ۱۹۰۴ء کو لاہور میں حاصل ہوا۔ جب حضور کا لیکچر حضرت مولوی عبدالکریم ..... پڑھ کر سنا رہے تھے۔ میری عمر اس وقت ۱۱ ۱/۲ سال تھی۔ لیکن تمام وقت یہ عاجز حضور اقدس کے مبارک چہرے پر ٹکٹکی باندھے رہا۔ اور حضور کی صداقت ہر لحظہ میرے دل میں محکم تر ہوتی گئی۔ حضور قریب ۸ ہفتے بعد ۲۷۔ اکتوبر کی شام کو سیالکوٹ تشریف لائے۔ دوسرے روز میری والدہ حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ حضور کی بیعت سے مشرف ہوئیں۔ خاکسار ان کے ہمراہ تھا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب بھی حضور اقدس کے ان خدام میں سے تھے جو حضور کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ میرے والد صاحب اس وقت تک حضور کی صداقت کے قائل ہو چکے تھے لیکن ابھی بیعت نہیں کر پائے تھے۔ ان کے دوست چوہدری محمد امین صاحب سلسلہ کے متعلق حُسنِ ظن رکھتے تھے۔ لیکن بیعت کرنے میں انہیں کچھ تردّد تھا۔ ان کے اطمینان کے لئے حضرت مولوی نور الدین صاحب کے ساتھ مغرب کے بعد والد صاحب اور چوہدری صاحب کے لئے ملاقات کا وقت مقرر ہوا اور یہ سلسلہ تین چار دن جاری رہا۔ خاکسار بھی ان دونوں اصحاب کے ساتھ حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ اس حُسنِ اتفاق کا خاکسار کو ایک عظیم فائدہ یہ ہوا کہ حضرت مولوی صاحب خاکسار کو پہچاننے لگ گئے۔ والد صاحب نے ان ملاقاتوں کے سلسلے کے اختتام پر دوسری صبح ہی نماز فجر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی۔ خاکسار بھی حاضر تھا۔ لیکن چوہدری صاحب رُکے رہے۔ بیعت کرنے کے بعد والد صاحب کا دستور تھا دسمبر کے آخر اور ماہ ستمبر کے آغاز کی عدالتی تعطیلات کے دوران قادیان حاضر ہوتے اور خاکسار کو بھی ساتھ لے جاتے۔ ان ایام میں حضرت مولوی نور الدین صاحب کی مجلس میں حاضری کا شرف خاکسار کو بھی حاصل ہوتا۔ آپ کا ایک نہایت عظیم الشان احسان اس ذرہ ناچیز پر یہ ہوا کہ جولائی ۱۹۰۷ء میں والد صاحب کو آپ کا ارشاد پہنچا کہ آپ اپنے بچے کی بیعت کرا دیں یہ خاکسار ۳۔ ستمبر ۱۹۰۴ء سے ہی اپنے تئیں جماعت میں شمار کرتا تھا۔ اور اپنے والدین کی بیعت میں خود کو شامل سمجھتا تھا۔ لیکن حضرت مولوی صاحب کے اس ارشاد کے بعد ۱۶۔ ستمبر ۱۹۰۷ء کو بدوں اپنے والد صاحب کی تحریک کے خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اقدس میں بیعت کی اجازت کی درخواست کی اور حضور کے اذن سے دستِ مبارک پر شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ۔ اگر حضرت مولوی صاحب کے ارشاد میں چند ماہ کی تاخیر ہو جاتی۔ یہ عاجز اس سعادتِ عظمیٰ سے محروم رہتا۔

حضرت مسیح موعود کے وصال کے وقت خاکسار گورنمنٹ کالج لاہور میں زیر تعلیم تھا۔ خاکسار حضور کے جسدِ اطہر کے جلو میں قادیان حاضر ہوا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی بیعت سے مشرف ہوا۔ اس کے بعد قادیان

میں حاضری کے مواقع میسر آنے پر زیادہ تر وقت حضور کی مجلس میں گزرتا۔ اور حضور کی طرف سے پیہم شفقت کا مورد ہوتا۔

اپریل ۱۹۱۱ء میں بی۔اے کے امتحان سے فارغ ہو کر خاکسار نے چند دن سیالکوٹ میں والدین کی خدمت میں گزارے اور پھر قادیان حاضر ہو گیا۔ جہاں چند ہفتے حضرت خلیفۃ المسیح کی مجلس میں حاضر رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ابھی آپ نشست کے کمرے ہی میں دن بسر فرماتے تھے۔ کنپٹی کے ناسور پر روز پٹی ہوتی تھی پٹی کے بعد شاگردوں میں سے کوئی کچھ دیر کے لئے ۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ کا بدن دباتے تھے۔ خاکسار کی حاضری کے پہلے دن جب ظہر کی نماز پر آپ نے حاضرین کو یہ ارشاد فرمایا کہ جاؤ ۔۔۔۔۔ نماز ادا کرو تو خاکسار بھی تعمیل ارشاد کے لئے کھڑا ہو گیا۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ میاں تم یہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھا کرو۔ نماز کے لئے آپ پلنگ کے ساتھ قبلہ رُو ہو کر بیٹھ جاتے۔ خاکسار آپ کے دائیں جانب ذرا وقفہ چھوڑ کر کھڑا ہو جاتا۔ آپ کمال شفقت سے خاکسار کو دائیں جانب سے ۔۔۔۔۔ اپنے قریب کر لیتے۔ تین چار شاگرد بھی خاکسار کی دائیں جانب کھڑے ہو جاتے۔ شیخ تیمور صاحب نماز پڑھاتے۔ ایک دن عصر کی نماز کے وقت اتفاقاً شیخ تیمور صاحب موجود نہیں تھے۔ آپ نے خاکسار کو فرمایا میاں تم نے قرآن پڑھا ہے۔ تم نماز پڑھاؤ۔ تعمیل ارشاد کے بغیر چارہ نہ تھا۔ ایک دن ڈاکٹر صاحبان پٹی کر کے رخصت ہو گئے۔ کوئی شاگرد موجود نہیں تھا۔ خاکسار اکیلا ہی حاضر تھا۔ خاکسار کو بدن دبانے کی مشق نہیں تھی لیکن جرأت کر کے خاکسار پلنگ پر آپ کی پیٹھ کی طرف بیٹھ گیا اور ڈرتے ڈرتے اناڑی ہاتھوں سے آپ کے دائیں بازو کو دبانا شروع کیا۔ چند لمحوں کے بعد جب خاکسار نے اندازہ کیا کہ اب سو گئے ہوں گے۔ تو خاکسار نے دبانا بند کر دیا۔ آپ نے دایاں بازو اٹھا کر خاکسار کی گردن کے گرد ڈال کر خاکسار کے چہرہ کو اپنے مبارک چہرہ کے قریب کر لیا۔ اور فرمایا۔ میاں ہم نے آپ کے لئے بہت بہت دعائیں کی ہیں۔ عصر کے بعد آپ نشست کے کمرے سے باہر صحن میں تشریف فرما ہوتے۔ وہاں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا۔ ایک دن خاکسار سے فرمایا۔ میاں یہ کھیل کود کا وقت ہے تمہارا دل باہر جا کر کھیلنے کو نہیں چاہتا۔ خاکسار نے عرض کیا حضور میں جہاں ہوں وہیں خوش ہوں۔ خاکسار کو والد صاحب کا خط ملا کہ اب تمہارا نتیجہ نکلنے والا ہے۔ تم امید رکھتے ہو کہ تم بفضل اللہ پاس ہو جاؤ گے۔ میں چاہتا ہوں کہ اعلیٰ تعلیم کے لئے تم انگلستان جاؤ۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں اجازت کے لئے عرض کرو۔ خاکسار نے ایک عریضہ میں چند معروضات درج کر کے حضور کی خدمت میں عریضہ پیش کر دیا۔ آپ بہت مختصر گو اور مختصر نویس تھے۔ عریضہ کے ایک حاشیہ پر گذارش کے متعلق اپنا ارشاد درج فرما کر واپس کر دیا۔ انگلستان جانے کے متعلق تحریر فرمایا۔

استخارہ کریں: آپ بھی اور آپ کے والد صاحب بھی۔ اطمینان ہو تو جائیے۔ چند دن بعد شیخ مبارک اسمٰعیل صاحب کا کارڈ لاہور سے لکھا ہوا مجھے ملا۔ کہ نتیجہ نکل گیا ہے۔ تم اوّل درجہ میں پاس ہو گئے ہو۔ خاکسار نے کارڈ حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بہت خوش ہوئے۔ ہر آنے والے سے فرماتے کہ ہم آج بہت خوش ہیں۔ یہ پاس ہو گئے۔ تعجب ہے کہ انہیں پہلے سے ہی معلوم تھا۔ چند دن بعد خاکسار سفر انگلستان کی تیاری کے لئے سیالکوٹ چلا گیا۔ اور پھر آخر میں دس دن کیلئے والد صاحب اور ماموں کے ساتھ حضور کی خدمت اقدس میں رخصت کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے بڑی شفقت سے چند دعائیں اور ہدایات فرمائیں اور فرمایا ہمیں خط لکھتے رہنا۔ خاکسار کے انگلستان سے ہر ارسال کردہ عریضہ کا جواب دست مبارک سے تحریر فرماتے اور چھوٹی سے چھوٹی بات میں دلچسپی کا اظہار فرماتے اور مشورہ دیتے اور مشفقانہ دعائیں اور القاب ظفر اللہ ہاشمی ارشد وارجمند ہاشمی سے نوازتے۔ خاکسار کی انگلستان سے واپسی آپ کے وصال کے چند ماہ بعد ہوئی۔ صاحبزادہ عبد الحیٔ صاحب نے بتایا کہ تمہارا خط ملنے کے بعد جمعہ کی تیاری کے دوران فرماتے اس کا خط دے دو۔ ہم جیب میں رکھیں گے اور اس کے لئے دعائیں کریں گے۔

آپ کی علالت اور وفات:

شروع ۱۴ء میں آپ کی صحت کمزور ہونا شروع ہوئی۔ اور کمزوری بتدریج بڑھتی چلی گئی۔ وسط فروری میں سِل کی صورت پیدا ہو گئی۔ ۱۴۔ فروری کو احباب نے باہمی مشورہ سے ..... لاہور سے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کو بلوایا۔ انہوں نے دیر تک معائنہ کرنے کے بعد آپ کے ڈاکٹروں کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا۔ اور وہی نسخہ تجویز کیا جو زیر استعمال تھا۔ اور مقوّی غذا بتائی۔ جب وہ چلے گئے تو آپ نے فرمایا۔ اس ڈاکٹر نے میرے پر یوں ہی وقت صرف کیا ورنہ مجھے جو مرض ہے اس کی تشخیص تو اتنی آسان ہے۔ میں جب مطب میں بیٹھتا ہوں اور کوئی شخص باہر سے آتا ہے اور مجھے کہتا ہے مولوی صاحب سلام تو مجھے آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں اس کی آواز سے ہی پہچان جاتا ہوں کہ اسے یہ مرض ہے۔ ۲۶۔ فروری کو ڈاکٹر صاحبان کی رائے کے موافق آپ کو نواب محمد علی خاں صاحب کی کوٹھی دار السلام میں منتقل کر دیا گیا۔ ۷۔ مارچ کو آپ نے وصیت لکھی۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

خاکسار بقائمی حواس لکھتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ میرے بچے چھوٹے ہیں۔ ہمارے گھر میں مال نہیں۔ ان کا اللہ حافظ ہے۔ ان کی پرورش یتامیٰ مساکین فنڈ سے نہیں۔ کچھ قرضہ

حسنہ جمع کیا جاوے۔ لائق لڑکے ادا کریں یا کتب جائیداد وقف علی الاولاد ہو۔ میرا جانشین متقی ہو۔ ہر دلعزیز عالم باعمل۔ حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی درگذر کو کام میں لاوے۔ میں سب کا خیر خواہ تھا وہ بھی خیر خواہ رہے۔ قرآن و حدیث کا درس جاری رہے۔

والسلام

نورالدین ۴۔ مارچ ۱۹۱۴ء"

جب تحریر فرما چکے تو مولوی محمد علی صاحب کو ارشاد فرمایا۔ اسے پڑھ کر لوگوں کو سنا دیں۔ پھر دوبارہ اور سہ بارہ پڑھوائی۔ پھر ارشاد فرمایا کوئی بات رہ تو نہیں گئی۔ مولوی صاحب (محمد علی صاحب) نے عرض کیا بالکل درست ہے۔ نو دن بعد جمعہ کے دن سوا دو بجے بعد دوپہر نماز جمعہ سے فارغ ہوتے ہی اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ....

بقیہ از صفحہ 40

واپس جانے کی اجازت دیجئے۔ لن شیانگ رو نے ان کو روکا اور کہا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ لیین پھو جرنیل زیادہ طاقتور ہے یا شاہ چھن؟ ماتحتوں نے جواب دیا کہ چھن بادشاہ کے ساتھ لیین پھو کا مقابلہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ لین شیانگ رو کہنے لگا "چھن بادشاہ جیسی عظیم ہستی کے سامنے بھرے دربار میں لن شیانگ رو نے اس کے جرنیلوں کو گھورا ہے اب کیا اس اکیلے لیین پھو سے ڈر جائے گا" بات ایسی نہیں بلکہ میری سوچ کا زاویہ یہ ہے کہ طاقتور چھن حکومت محض اس لئے کہ چاؤ حکومت کے پاس میں اور لیین پھو دو جرنیل ہیں حملہ کی جسارت نہیں کرتی اگر ہم آپس میں لڑ پڑیں نتیجہ ایک دوسرے کو مار بیٹھیں گے۔ میں ذاتی انتقام کو ملک کے مفاد پر قربان کرنے کی سوچ رکھتا ہوں" لیین پھو کو جب ان باتوں کا علم ہوا تو لن شیانگ رو کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ "میری سوچ ادنی ہے لیکن اس کے باوجود آپ کا مجھ سے درگذر کا سلوک ہے۔" اس کے بعد دونوں نے تاحیات دوستانہ تعلق رکھا۔

ایک دُعا

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے

شعرائے احمدیت

مولانا محمد شفیع اشرف صاحب

(تحریر مکرم راجہ برھان احمد طالع صاحب)

ابتدائی تعارف

مولانا محمد شفیع اشرف صاحب ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو اٹھوال ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام چوہدری محمد صدیق بھلو صاحب تھا۔ مولانا کے خاندان میں سب سے پہلے احمدی ہونے کی سعادت آپ کے دادا حضرت میاں اللہ بخش صاحب کو نصیب ہوئی، جو رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی تھے۔

تعلیم اور وقف زندگی

مولانا موصوف ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد قادیان میں ۱۹۴۰ء میں مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوئے وہاں پر حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ کی سرپرستی اور تربیت میں رہے۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور پھر جامعہ احمدیہ پاکستان (احمد نگر) سے شاھد کا امتحان پاس کیا۔ اسکے بعد مولوی فاضل کا امتحان بھی بفضل اللہ تعالیٰ پاس کیا۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس نے مولانا صاحب کو ۱۹۴۴ء میں زندگی خدا کی راہ میں وقف کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ جامعہ احمدیہ سے فراغت کے بعد باقاعدہ طور پر آپ کو میدان عمل میں جانے کا موقع ملا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کی سب سے پہلی تقرری ۲ مارچ ۱۹۵۳ء کو فرمائی۔

بطور مربی سلسلہ خدمات

پہلی تقرری کے بعد جب ۱۹۵۳ء میں الفضل جبراً بند کیا گیا تو حضرت فضل عمر کے ارشاد پر کراچی جاکر "المصلح" کا بطور روزنامہ اجراء کیا۔ اس سے قبل لاہور میں رسالہ "فاروق" کے ایڈیٹر رہے۔ اسی طرح ۱۹۵۷ء میں راولپنڈی میں حضرت فضل عمر کے زیر ہدایت ہفت روزہ "خورشید" کا اجراء کیا اور نہایت کامیابی سے یہ علمی اور ادبی پرچہ شائع فرماتے رہے۔ ان باتوں سے آپ کی ادبی قابلیت و مہارت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

بعد ازاں ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۳ء تک ملتان، راولپنڈی اور لاہور میں بطور مربی سلسلہ متعین رہے اس کے بعد آپ کو بیرون ملک انڈونیشیا بھجوایا گیا جہاں پر آپ نے ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۵ء ندائے حق پہنچائی۔ بعد ازاں ۱۹۷۵ء سے ۱۹۸۲ء تک راولپنڈی اور اسلام آباد میں بطور مربی سلسلہ خدمات انجام دیں۔

دیگر جماعتی عہدوں پر خدمات

سلسلہ کی ان خدمات کو بخوبی سرانجام دینے کے بعد خلیفہ وقت کی نظر آپ پر سلسلہ کے اہم عہدوں کی بجا آوری کیلئے پڑی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے آپ کو ۱۷ مارچ ۱۹۸۲ء کو ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد (تعلیم القرآن) کے طور پر مقرر فرمایا۔ اس کے بعد

اگست ۱۹۸۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ناظر امور عامہ کے نہایت اہم عہدہ پر مقرر فرمادیا۔ یہ ذمہ داری آپ نے ۵ سال تک احسن طور پر انجام دی۔ اس دوران آپ صدر بیوت الحمد سوسائٹی بھی تھے۔ سوانح فضل عمر کی تدوین بھی آپ کے سپرد تھی۔ مجلس کارپرداز کے بھی آپ رکن رہے اور حدیقۃ المبشرین کے بھی سیکرٹری رہے۔ آپ ان اہم ذمہ داریوں کو انجام دیتے رہے لیکن اکتوبر ۱۹۸۸ء کے بعد خرابی صحت کی وجہ سے یہ سلسلہ جاری نہ رکھ سکے البتہ تادم وفات آپ سیکرٹری حدیقۃ المبشرین تھے۔

مولانا صاحب سلسلہ کے جید علماء میں سے تھے۔ عالم دین' شاعر اور نہایت برجستہ مقرر تھے۔ ۱۹۸۲ء اور ۱۹۸۳ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر بالترتیب "سیرت قدرت ثانیہ کے مظہر ثالث" اور "اجتہاد اور آئمہ اربعہ کے نظریات" کے موضوعات پر تقاریر کرنے کی عظیم سعادت نصیب ہوئی۔

وفات

مولانا محمد شفیع اشرف صاحب ۱۹۷۰ء سے ذیابیطس کے مریض تھے۔ ۱۹۸۴ء میں پھیپھڑے میں تکلیف ہوئی۔ ۱۹۸۷ء میں ہائی بلڈ پریشر اور دل کے عوارض آپکو لاحق ہوئے اور عوارض کا یہ سلسلہ تادم مرگ جاری رہا۔ عوارض کے باوجود جب تک ممکن رہا آپکے کام میں شدید مصروفیت جاری رہی۔ وفات سے دو روز قبل دائیں بازو میں درد اور سانس کی تکلیف سے فضل عمر ہسپتال میں داخل ہوئے۔ ۲۹ مارچ ۱۹۸۹ء کی صبح تقریباً ۸ بجے دل کا حملہ ہوا۔ قریباً سوا دس بجے حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے مولائے حقیقی سے جاملے۔

آپ کی اولاد

مولانا محمد شفیع اشرف صاحب آج ہم میں موجود نہیں ہیں مگر آپ کی اولاد آج بھی خدمت دین آپ کے نقش قدم پر چلتی ہوئی بجا لا رہی ہے۔ ۱۹۵۷ء میں آپ کی شادی حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب کی صاحبزادی محترمہ خاتم النساء سے انجام پائی۔ آپ کے یادگار آپ کے دو بیٹے مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب جو فضل عمر ہسپتال ربوہ میں خدمت بجا لا رہے ہیں اس کے علاوہ نائب صدر خدام الاحمدیہ پاکستان کے اہم عہدہ پر فائز ہیں۔ آپ کے دوسرے بیٹے استاذی المکرم محمود احمد اشرف صاحب (بی ایس سی شاہد واقف زندگی) جامعہ احمدیہ ربوہ میں انگریزی کے استاد ہیں۔ دو صاحبزادیاں مکرمہ راشدہ اشرف صاحبہ (ایم۔ اے۔ انگلش) اہلیہ مکرم فہیم الدین ارشد صاحب اور مکرمہ خالدہ اشرف صاحبہ اہلیہ مکرم محمود احمد صاحب چغتائی ہیں۔

نمونہ کلام

مولانا موصوف کی شاعری کسی شائع شدہ مجموعہ کی صورت میں موجود نہیں البتہ جماعت احمدیہ کے اخبارات و رسائل میں پھیلی ہوئی ہے۔ یقیناً اس نایاب شاعری کے جمع کرنے کا کوئی انتظام ہونا چاہئے۔ قارئین کے استفادہ کیلئے کچھ کلام پیش ہے۔

ولولہ دل میں ہے کچھ کام کریں کام کریں
خدمت خلق کریں خدمت ....(دین حق) کریں
احمدیت کا علم ہاتھ میں لے کر نکلیں
دیں کی ..."دعوت" بہر راہ ہر گام کریں
حسن و احسان محمد کا کریں ذکر جمیل
دن کریں رات کریں صبح کریں شام کریں

⊙

وہ لے گئے قرار مرے دل کا دیکھئے
تھا جن پر انحصار میرے دل کا دیکھئے
ہیجان و انتشار مرے دل کا دیکھئے

اٹھتا ہوا غبار میرے دل کا دیکھئے
یہ کرب ناگوار میرے دل کا دیکھئے
یہ سوز انتظار مرے دل کا دیکھئے
ہے جوش اضطراب سے کس درجہ موجزن
اک بحر بے کنار مرے دل کا دیکھئے
پھر حشر کا بھی آپ کو آ جائے گا یقیں
منظر تو ایک بار مرے دل کا دیکھئے
جب جی رہا تھا آپ نہ تشریف لا سکے
اب آیئے مزار مرے دل کا دیکھئے

⊙

خدا کے بندے خدا کی راہ میں ہر اک مصیبت سہارتے ہیں
نثار کرتے ہیں مال و دولت تو جاں کی بازی بھی ہارتے ہیں

⊙

سونی پڑی ہے محفل عشاق آج کل
جمتی نہیں ہے مجلس عرفان تیرے بغیر

ایک اور نظم پیش ہے جو آپ کے ان خیالات کی عکاسی کر رہی ہے جو آپ کے دل و دماغ میں جامعہ احمدیہ کے عظیم ادارہ کے بارے میں تھے۔

یا رب رہیں نہال جوانان جامعہ
خوش بخت و خوش خصال جوانان جامعہ
کافور ان کے دم سے ہوں دنیا کی ظلمتیں
دنیا میں پھر بلند کریں شان جامعہ
مقصد ہو ان کا ان کی نگاہوں کے سامنے
خدمت کریں یہ دین کی شایان جامعہ
ہو ان میں حسن سیرت و اخلاق اے خدا!
بے دغا و پاک و صاف ہو دامان جامعہ
یہ نوجوان گل گلشن احمد کے پھول ہیں
قائم ہے ان سے رونق بستان جامعہ
روشن ہے ان کے ہاتھ میں شمعیں علوم کی
کر دیں گے دور ظلمتیں شبان جامعہ
یک قطرئے ز بجر کمال محمد است
فیض مسیح پاک ہے فیضان جامعہ
جاتے ہیں اس سے غیر ممالک میں نوجواں
یوں پھیلتی ہے چار سو ریحان جامعہ
آسودگی روح کا سامان ہے یہاں
ہے جانواز چشمہ عرفان جامعہ
یاں کی ہر اک شے مجھے جاں سے عزیز ہے
اور اس سے بھی عزیز ہیں اخوان جامعہ
اپنے شعور و فکر کی دولت کے واسطے
میں ہوں رہین منت و احسان جامعہ

⊙

فراق درد فراق

۱۹۸۶ء میں لندن جلسہ سالانہ سے واپسی پر ایک نظم کہی اس نظم میں حضور انور سے عشق کا ایک مستانہ وار اظہار نظر آتا ہے اس کے چند اشعار یہ تھے۔

ہم تیرے آستاں سے ہو آئے
کعبہ عاشقاں سے ہو آئے
رشک کوئے جناں سے ہو آئے
اک نئے آسماں سے ہو آئے
ہم تیرے آستاں سے ہو آئے
سن کے تیرے پیار کا پیغام
ناز کرتے ہیں سب تیرے خدام
کہہ رہے ہیں بصد خلوص سلام
آرزوؤں کے ہاتھ پھیلائے
ہم تیرے آستاں سے ہو آئے

حضور ایدہ اللہ کا تبصرہ

حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جب یہ نظم پڑھی تو تحریر فرمایا:۔
"آپ کی نظم اتنی پیاری اور دلنشیں ہے کہ میرے دل میں گھر کر گئی ہے۔ میں نے اسے کئی بار پڑھا اور حیرت سے دیکھتا رہا کہ مجھے پتہ تو تھا کہ شفیع اشرف صاحب دل کے کوچوں سے آشنا ہیں مگر اتنا بھی پتہ نہیں تھا۔ انسانی نظر کیسی ہی لطیف کیوں نہ ہو اور جس جس روزن سے چاہے جھانکے کچھ نہ کچھ پردے کبھی تکلف کے اور کبھی ریا، کبھی انکساری کے اور کبھی حیا کے ضرور حائل رہتے ہیں۔ بس ایک عالم الغیب و الشہادہ ہی ہے جو پردوں کو بھی دیکھ رہا ہوتا ہے اور پس پردہ بھی۔ ہاں کبھی شاعر کا پردہ حجاب پردہ ساز ہو جائے تو نواہائے راز کے اور بھی محرم پیدا ہو جاتے ہیں۔"
(بحوالہ روزنامہ الفضل ۲۲ اپریل ۱۹۸۹ء)

مولانا محمد شفیع اشرف صاحب مرحوم کی آخری نظم کے چند اشعار جو آپ نے اشاعت کیلئے "الفضل" کو عنایت کئے اور جو ۱۸ اپریل ۱۹۸۹ء کے الفضل میں شائع ہوئے۔

مئے الست سے مخمور ہو گئے ہیں ہم
بلیٰ کے قول سے مسرور ہو گئے ہیں ہم
اسی کے رنگ میں رنگین ہو رہے ہیں وجود
اسی کے نور سے پر نور ہو گئے ہیں ہم
اسی کے عشق سے رنگین ہو رہے ہیں وجود
اسی کے نور سے پر نور ہو گئے ہیں ہم
اسی کے عشق کا سر میں سما گیا ہے نشہ
اسی کے حسن سے مخمور ہو گئے ہیں ہم
اسی کی ذات سے نکلے ہیں ہم بشکل بروز
اسی کی ذات میں مستور ہو گئے ہیں ہم
نگاہ غیر میں مقہور ہیں تو کیا غم ہے
نظر میں اس کی جو منظور ہو گئے ہیں ہم

تبصرہ

اس بات میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ مولانا محمد شفیع اشرف صاحب کا کلام گو ہمارے سامنے بہت کم ہے جس کی بنیادی وجہ اس کے ایک ہی جگہ جمع نہ ہونے کی ہے مگر جو بھی کہا خوب کہا کے مصداق یہ کلام ہے۔ آپ کے اسی کلام کے بارے میں تبصرہ فرماتے ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خط میں آپ کو لکھا۔ مکمل خط بمطابق الفضل ۱۸ اپریل ۱۹۸۹ء صفحہ ۵ یوں ہے)

پیارے برادرم محمد شفیع اشرف صاحب

۱۵ فروری کی الفضل میں آپ کا منظوم کلام پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ استادوں والا کلام ہے۔ چشم بدور۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قلبی اور ذہنی صلاحیتوں کو مزید جلا بخشے اور نور عرفان کو بڑھائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و صحت میں برکت دے۔ ہر شعر چست چاق و چوبند اور شائستہ ہے۔ زبان پر ہلکا مگر وزن میں بھاری اللہ آپ کی ادبی اور شعری صلاحیتوں کو اور بھی جلا بخشے اور آپ کو استثنائی گروہ میں شامل کرے۔

والسلام۔ خاکسار
مرزا طاہر احمد

اس مضمون کی تیاری کے لئے معلومات آپ کے صاحبزادے استاذی المکرم محمود احمد اشرف صاحب نے فراہم کی ہیں۔
فجزاھم اللہ احسن الجزاء

ھم عن اللغو معرضون

(مومن لغو باتوں سے پرہیز کرتے ہیں)

(مکرم راجہ برہان احمد طالع صاحب)

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے

خدا بزرگ و برتر نے اپنے کلام الہٰی میں مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے۔ واضح الفاظ میں فرمایا ہے۔ والذین ھم عن اللغو معرضون (المومنون نمبر۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"یعنی مومن صرف وہی لوگ نہیں ہیں جو نماز میں خشوع اختیار کرتے اور سوز و گداز ظاہر کرتے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر وہ مومن ہیں جو باوجود خشوع اور سوز و گداز کے تمام لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو تعلقوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اپنی خشوع کی حالت کو بیہودہ کاموں اور لغو باتوں کے ساتھ ملا کر ضائع اور برباد نہیں ہونے دیتے اور طبعاً تمام لغویات سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اور بیہودہ باتوں اور بیہودہ کاموں سے ایک کراہت انکے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے اور یہ اس بات پر دلیل ہوتی کہ انکو خدا تعالیٰ سے کچھ تعلق ہوگیا ہے۔"

(ضمیمہ براھین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد نمبر۲۱ صفحہ ۲۔ ۱۰۲)

قرآن مجید کے اس واضح حکم کے موجود ہونے کے باوجود معاشرے میں ہمارے بہت سے افعال و رسومات ہیں جو لغویات میں شامل ہیں مگر افسوس اس بات کا ہے کہ کبھی اس بات کی طرف توجہ ہی نہیں دی گئی۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہم ظاہری طور پر نماز و روزہ کا باقاعدہ انتظام کرتے ہیں مگر جیسا کہ قرآن میں بیان کیا جاچکا ہے کہ مومن کی منزل تو بہرحال یہ نہیں۔ اسکو تو آگے بڑھنا ہے پھر آنحضور ﷺ نے بھی مومنین کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے واضح ارشاد فرمایا ہے کہ اے مومنو! اتقوا مواقع الظن شک وشبہ کے مقامات سے بھی بچو۔

ان میں سے چند ایک ایسی رسومات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جو کہ بد رسوم بن چکی ہیں اور لغو کے مقام پر پہنچ چکی ہیں۔

سینما

حضرت مصلح موعود سینما کے بارے میں فرماتے ہیں:-

"میرے نزدیک موجودہ زمانہ میں جو لغویات پائی جاتی ہیں ان میں سب سے مقدم سینما ہے جو قومی اخلاق کیلئے ایک نہایت ہی مہلک اور تباہ کن چیز ہے اور تمدنی لحاظ سے بھی ملکی امن کیلئے خطرہ کا موجب ہے۔ "...... " بہرحال سینما کی وہ فلمیں جو آج کل تمام بڑے بڑے شہروں میں دکھائی جاتی ہیں اور جن میں ناچ بھی ہوتا ہے اور گانا بجانا بھی ہوتا ہے۔ یہ ایک بدترین لعنت ہے جس نے سینکڑوں شریف خاندانوں کی عورتوں کو ناچنے والی بنادیا ہے اور سینکڑوں شریف گھرانوں کے لوگوں کو گویا۔" ....
اور گانا بجانا اسلام میں سخت منع ہے اور قرآن کریم کی اس آیت سے پتہ لگتا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کا بندہ ہی نہیں بن سکتا جب تک وہ گانے بجانے کی مجلسوں سے الگ نہ ہو۔" (تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۵۸۶، ۵۸۷)

عید کارڈ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق لغو کاموں سے اعراض کرنا تو مومن کی شان ہے۔ یقیناً عید کارڈ کی خریداری کرتے وقت اور ایک دوسرے کو آج کل کے عام معاشرہ میں موجود مختلف اقسام کے کارڈ دیتے وقت کئی احباب کے ذہن میں ہرگز یہ گمان نہ ہوگا کہ یہ بھی لغویات میں سے ہے مگر ذرا سا بھی غور کیا جائے تو اس کے پیچھے اسراف اور بے ضرورت روپیہ کے خرچ کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے چنانچہ عید کارڈ کی نسبت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:۔

"یہ اسراف اور بے ضرورت روپیہ ضائع کیا جاتا ہے وہی روپیہ جو اس لغو طریق پر ضائع کیا جاتا ہے بہتر ہو کہ لوگ اس کو دین کی تبلیغ میں خرچ کریں ہم نے دیکھا ہے کہ نوجوان اور چھوٹے بچوں میں اس کا بہت رواج ہے بچے بلکہ بعض ادھیڑ حضرات بڑی بڑی قیمت کے کارڈ خرید کر پھر لفافوں میں بند کر کے دوستوں کو بھیجتے ہیں یہ بہت برا دستور ہے۔ احباب کو چاہئے کہ اس رسم کو ترک کردیں........."

(الفضل ۱۵ ستمبر ۱۹۱۷ء صفحہ ۴ کالم نمبر ۲)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی امسال رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں درس القرآن میں عید کارڈ بھیجنے کی حوصلہ شکنی فرماتے ہوئے حضور کے اسی ارشاد کی طرف توجہ دلائی۔

اپریل فول

اپریل فول کے نام سے مشہور رسم جس کے تحت ہر سال یکم اپریل کے روز ہمارے ہی کچھ ساتھی مغرب کی نقل میں کسی دوسرے سے صرف مذاق کے طور پر ہر قسم کا جھوٹ بولنے سے بھی نہیں رکتے۔ ہر سال اس نہایت ہی احمقانہ رسم کے نتیجہ میں ہونے والے جان لیوا اور دوسری تکالیف پر مبنی حقائق اخبارات چھاپتے ہیں مگر افسوس کہ پھر بھی آج تک ہمارا اس رسم سے تعلق باقی ہے جو کہ دراصل عیسائیوں کی تخلیق کردہ ایک رسم ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اس قوم کا جھوٹ سے پیار کرنا اپریل کی رسم سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ اگر اپریل میں تحریروں اور اخباروں میں خلاف واقع باتیں اور خلاف قیاس امور شائع کئے جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔"

(ضیاء الحق صفحہ ۵۱ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۹۹)

حضور علیہ السلام مزید فرماتے ہیں۔

"دیکھو اپریل فول کیسی بری رسم ہے کہ ناحق جھوٹ بولنا اس میں تہذیب کی بات سمجھی جاتی ہے۔"

(نور القرآن نمبر ۲ صف ۳۳ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۴۰۸)

ہیپی نیو ایئر

جب بھی نیا سال شروع ہوتا ہے تو یہ وہ وقت ہوتا ہے جب ایک مومن اپنے گذرے ہوئے سال کا جائزہ لیتا ہے اور اپنی کوتاہیوں پر افسوس کرتے ہوئے۔ آستانہ الوہیت پر اپنا سر رکھتے ہوئے کوتاہیوں کی معافی مانگتے ہوئے اور آنے والے سال کے لئے نیک اور بلند عزائم لیکر وہ آگے قدم رکھتا ہے۔ مگر یہاں پر بھی ہمارے معاشرے کا نمونہ عجیب بعید از عقل ہے کہ پٹاخے بجائے جاتے ہیں ناچ گانا کیا جاتا ہے اور امیر لوگ تو ترنگ میں آکر وہ کچھ کر جاتے ہیں جو ہرگز کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ اس سلسلے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کا اپنا بیان کیا ہوا واقعہ یقیناً ہمارے لئے نمونہ ہے جو آپ نے متعدد جگہوں پر بیان فرمایا کہ اسی طرح کے ایک موقعہ پر جب آپ لندن میں تھے تو جب نئے سال کا آغاز ہونے لگا تو جہاں دوسرے لوگ عیاشیوں میں لگ گئے آپ نے پرانے اخبار بچھا کر اسی پر نماز پڑھنا شروع کردی اور اس خوبصورت عمل کو دیکھ کر وہاں موجود

ایک بوڑھا بھی سخت متاثر ہونے سے نہ رہ سکا۔

سالگرہ

یہ موقع بھی دراصل دعاؤں اور اپنی عمر کے ایک سال کم ہونے پر اپنی کوتاہیوں کا جائزہ لینے کا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ تو ویسے ہی اگر عقل سے کام لیا جائے تو کوئی خاص خوشی کا موقع ہر گز نہیں۔

شادی بیاہ سے متعلق رسومات

یہ وہ رسومات ہیں جو عموماً نکاح، شادی اور منگنی وغیرہ کے موقع پر کی جاتی ہیں۔ شادی کے موقع پر خوشی منانا اچھی بات ہے۔ خوشی کا موقع ہوتا ہے۔ لیکن قرآنی تعلیم ایسے موقعوں کیلئے یہ ہے کہ کلوا واشربوا ولا تسرفوا کھاؤ، پیؤ اور ایک اسراف نہ کرو۔

حضرت مصلح موعود نے ۲۷ مارچ ۱۹۳۱ء کو نکاح کا ایک خطبہ پڑھاتے ہوئے فرمایا۔

اس امر کی طرف اپنی جماعت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ رسمیں خواہ کسی رنگ میں ہوں بری ہوتی ہیں۔ شریعت نے صرف مہر مقرر کیا ہے اس کے علاوہ لڑکی والوں کی طرف سے زیور اور کپڑے کا مطالبہ ہونا بے حیائی ہے۔...... میں آئندہ کیلئے اعلان کرتا ہوں کہ اگر مجھے علم ہو گیا کہ کسی نکاح کیلئے زیور اور کپڑے کی شرائط لگائی گئی ہیں یا لڑکی والوں نے ایسی تحریک بھی کی ہے تو ایسے نکاح کا اعلان میں نہیں کروں گا۔" (الفضل ۷ اپریل ۱۹۳۱ء)

ایک اور جگہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"لوگوں میں رواج ہے کہ چیزیں وغیرہ دکھاتے ہیں۔ اس رسم کو چھوڑنا چاہئے۔ جب لوگ دکھاتے ہیں تو دوسرے پوچھتے ہیں جب دکھانے کی رسم بند ہو گئی تو لوگ پوچھنے سے بھی ہٹ جائیں گے۔" (الفضل ۱۷ فروری ۱۹۲۱ء)

شادیوں میں خوشی کا اظہار بعض گھرانوں میں بے ہودہ گانوں اور باجا وغیرہ بجانے سے بھی کیا جاتا ہے۔ جہاں تک گانے کا سوال ہے۔ اگر بیہودہ نہ ہوں تو ان کی اجازت ہے۔ لیکن باقی باجے بجانے یا ناچ وغیرہ ناجائز ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"یہ ایسی باتیں ہیں کہ انسان ان میں خود فتویٰ لے سکتا ہے جو امر تقویٰ اور خدا کی رضا کے خلاف ہے اور مخلوق کو اس سے کوئی فائدہ نہیں وہ منع ہے اور پھر جو اسراف کرتا ہے وہ سخت گناہ کرتا ہے۔ اگر ریاء کاری کرتا ہے تو گناہ ہے غرض کوئی ایسا امر جس سے اسراف، ریاء، فسق، ایذائے خلق کا شائبہ ہو وہ منع ہے اور جو ان سے صاف ہو وہ منع نہیں گناہ نہیں کیونکہ اصل اشیاء کی حلت ہے۔ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 404)

پس ہم جنہوں نے حضرت مسیح موعود آخر الزماں اور آپ کے خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ ہمیں آپ کے اس ارشاد کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنا چاہئے کہ ہر قسم کی رسوم اور ہوا و ہوس کو چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی زندگیاں گزاریں۔ ایک پاک تبدیلی ہمارے نفوس میں پیدا ہو اور اس کی روشنی ہر طرف پھیلے ہم نمونہ بنیں دینی برکات کا اور ان لوگوں میں شامل ہوں جن کو قبولیت اور نصرت دی جاتی ہے۔

چین کا ایک عقلمند اور بہادر جرنیل

(مکرم محمود احمد انیس صاحب۔ چین)

دوسری صدی قبل مسیح میں چین کے قدیم زمانہ کے مشہور مورخ سماچھین (Si Ma Qian) نے ایک کتاب شرجی (Shi Ji) لکھی جو دو سے تین ہزار سال کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو تاریخ کی کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ چینی ادب میں بھی خاص مقام حاصل ہے۔ ذیل کی تحریر اسی کتاب سے ماخوذ ہے۔ اس تحریر میں نمایاں طور پر ایک جرنیل لن شیانگ رو کا ذکر ہے جو ایک ذہین، نڈر اور محب وطن جرنیل ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل سطور میں جس زمانہ کی باتیں ہوں گی اس زمانے میں چین مختلف چھوٹے چھوٹے ملکوں میں بٹا ہوا تھا۔ جن میں چھن، چاؤ، یاعن، اور چھی وغیرہ شامل ہیں۔ ملک کا نام بادشاہ کے نام میں بطور لقب استعمال ہوتا مثلاً چاؤ ملک کا بادشاہ، شاہ چاؤ کہلاتا وغیرہ۔ اس مختصر تعارف کے بعد آیئے اب ہم اصل کہانی کا مطالعہ کریں۔

لیین پھو ملک چاؤ کا ایک اچھا جرنیل تھا۔ اس نے ملک چھی پر حملہ کر کے یانگ چن علاقہ فتح کیا۔ جس کے بعد اس کے عہدے میں اور بھی ترقی ہو گئی اس کی بہادری ملک بھر میں مشہور تھی۔

لن شیانگ رو ملک چاؤ کا باشندہ تھا وہ شاہی دربار کے اعلیٰ عہدیدار میاؤ نامی شخص کا مصاحب تھا۔ چاؤ حکومت کو ایک نہایت قیمتی ہیرا ملا۔ جب ملک چھن کے بادشاہ کو اس ہیرے کی خبر ملی تو اس نے فوراً اپنا ایک قاصد ملک چاؤ بھیجا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ چھن حکومت 15 شہروں کے بدلے میں یہ قیمتی ہیرا خریدنا چاہتی ہے۔

چاؤ ملک کے بادشاہ نے لیین پھو جرنیل سمیت بڑے بڑے درباریوں کو دربار میں مشورے کے لئے طلب کیا اور ان کو بتایا کہ یہ قیمتی ہیرا تو شاہ چھن کو دیدوں لیکن ڈر ہے کہ وہ ہمیں اس کے بدلے کے ۱۵ شہر نہیں دے گا اور ہم خواہ مخواہ دھوکہ کھا کر بیٹھ جائیں گے۔ دوسری طرف ایک اور مسئلہ درپیش ہے اور وہ یہ کہ اگر یہ قیمتی ہیرا شاہ چھن کو نہ دیا جائے تو وہ اپنی فوجیں بھیج کر ہمارے ملک پر چڑھائی کر دے گا۔

اب جب کہ قیمتی ہیرا دیکر ۱۵ شہر حاصل کرنے کے لئے موزوں شخص کے انتخاب کا مسئلہ درپیش تھا اور ابھی اس سلسلہ میں بحث جاری تھی شاہی افسر میاؤ کہنے لگا کہ میرا مصاحب لن شیانگ رو سفارت کی ذمہ داری بطور احسن بجالا سکتا ہے۔ چاؤ بادشاہ نے پوچھا تم کیسے اسے اس کام کے لئے مناسب خیال کرتے ہو؟ شاہی افسر نے جواب دیا کہ اس سے پہلے مجھ سے ایک جرم سرزد ہو گیا میں نے ارادہ کیا کہ ملک یاعن (Yan) جا کر پناہ لے لوں اس وقت میرے اس مصاحب لن شیانگ رو نے مجھے اس ارادے سے باز کیا اور کہا کہ تمہیں شاہ یاعن پر کس وجہ سے بھروسہ ہے جس کی بناء پر تم اس کے ملک جا کر پناہ لینا چاہتے ہو۔ اس پر میں نے (میاؤ نے) کہا کہ اس سے قبل میں ایک دفعہ شاہ چاؤ کی معیت میں شاہ یاعن سے ملک کی سرحد پر ملا تھا اس وقت شاہ یاعن نے چوری چوری میرے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اور کہا میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں کے درمیان دوستی کا تعلق ہو۔ اس بناء پر اب میرا ارادہ ہے کہ ملک یاعن چلا جاؤں۔ اس وقت لن شیانگ رو نے مجھے سارے حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارا ملک چاؤ مضبوط ہے جب کہ ملک یاعن کمزور ہے اور پھر چونکہ ملاقات کے وقت آپ شاہ چاؤ کی معیت میں تھے لہٰذا شاہ یاعن نے آپ کی

طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا اب جب کہ آپ ملک چاؤ کے مجرم ہو کر یا عن ملک میں جا چھپنا چاہتے ہیں شاہ یا عن ہمارے ملک چاؤ کے بادشاہ سے ڈرتا ہے لہٰذا نہ صرف یہ کہ وہاں آپ کو پناہ نہیں ملے گی بلکہ وہ آپ کو گرفتار کر کے شاہ چاؤ کے پاس پیش کر دیں گے اس لئے بہتر ہے کہ آپ از خود اپنا سر شاہ چاؤ کے حضور پیش کر دیں شاید وہ آپ کی سزا معاف کر دے۔ چنانچہ اس وقت میں نے لن شیانگ رو کی بات مان لی تھی اور خوش قسمتی سے بادشاہ نے بھی مجھ سے درگزر کا سلوک کیا۔

میری رائے میں لن شیانگ رو سفارت کے لئے سب سے موزوں شخص ہے کیونکہ وہ نہایت عقلمند اور نڈر آدمی ہے۔ اس پر چاؤ بادشاہ نے لن شیانگ رو کو دربار میں طلب کیا اور پوچھا کہ شاہ چھن ہمارے ملک کا قیمتی ہیرا اپنے ملک کے ۱۵ شہروں کے بدلے میں لینا چاہتا ہے تمہاری کیا رائے ہے۔ لین شیانگ رو نے جواب دیا کہ ہمارا ملک چاؤ ملک چھن سے کمزور ہے اس لئے یہ قیمتی ہیرا دے دینا ہی بہتر ہے۔ بادشاہ نے پھر سوال کیا کہ اگر چھن ملک کا بادشاہ ہمارا قیمتی ہیرا لے لے اور اس کے بدلے کے ۱۵ شہر نہ دے تو ہم کیا کریں گے۔ لن شیانگ رو نے جواب دیا کہ اس وقت شاہ چھن ہمارا قیمتی ہیرا لیکر ۱۵ شہر دینے پر راضی ہے اگر ہم شاہ چھن کی بات نہ مانیں تو بوجھ ہمارے سر ہو گا لیکن اگر ہم تو قیمتی ہیرا شاہ چھن کو دیدیں مگر وہ وعدہ خلافی کرتے ہوئے اس کے بدلے میں ۱۵ شہر نہ دے تو شاہ چھن سزاوار ہو گا۔ ان تمام امور کے پیش نظر بہتر ہو گا ہم یہ قیمتی ہیرا شاہ چھن کو دیکر اس کا رد عمل دیکھیں۔ اس پر چاؤ بادشاہ نے پوچھا تو پھر ہم یہ کام کس کے سپرد کریں۔ لن شیانگ رو کہنے لگا کہ اگر واقعتاً اور کوئی موزوں آدمی آپ کے ذہن میں نہیں ہے تو پھر میں یہ خدمت بجا لانے کو تیار ہوں۔ میں دیکھوں گا اگر تو شاہ چھن نے اس قیمتی پتھر کے بدلے ہمیں اپنے ملک کے ۱۵ شہر دیدیئے تو بہت بہتر ورنہ پھر میں یہ قیمتی ہیرا اسی طرح با حفاظت آپ کے دربار میں واپس پہنچاؤں گا۔ چنانچہ شاہ چاؤ نے اتفاق ظاہر کرتے ہوئے لن شیانگ رو کی سرکردگی میں ایک وفد ملک چھن کے شاہی دربار میں بھجوایا۔ شاہ چھن نے بے رخی کے انداز میں اس وفد کو شاہی دربار کی بجائے ایک نسبتاً عام سی جگہ پر ملاقات کا موقعہ دیا۔ لین شیانگ رو نے مودبانہ طریق سے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر اس قیمتی ہیرے کو رکھ کر شاہ چھن کی خدمت میں پیش کیا۔ شاہ چھن بہت خوش ہوا اور یہ قیمتی پتھر باری باری اپنے سارے درباریوں کو دکھایا۔ اس پر درباریوں نے بیک زبان "بادشاہ سلامت زندہ باد" کا نعرہ بلند کیا۔ لن شیانگ رو نے گمان کیا کہ شاہ چھن ۱۵ شہر نہیں دینا چاہ رہا۔ چنانچہ اسے فوراً تدبیر سوجھی۔ اس نے شاہ چھن سے کہا کہ اس قیمتی ہیرے پر ایک داغ ہے لائیے میں آپ کو دکھاؤں۔ بادشاہ نے یہ قیمتی ہیرا لن شیانگ رو کو دے دیا۔ لن شیانگ رو یہ قیمتی ہیرا وصول کرتے ہی دو قدم پیچھے ہٹا اور ایک ستون کے پاس کھڑا ہو گیا۔ نہایت غصے کی حالت میں مگر حکمت کی زبان سے بادشاہ سے یوں گویا ہوا۔

"بادشاہ سلامت! آپ نے جب یہ قیمتی ہیرا لینا تھا تو اپنا ایک قاصد ہمارے ملک چاؤ کے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ شاہ چاؤ نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا تو درباریوں نے کہا شاہ چھن بڑا لالچی آدمی ہے وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر یہ قیمتی ہیرا مفت میں دبا لے گا اور ہمیں کچھ حاصل نہ ہو گا لہٰذا بہتر ہے کہ شاہ چھن کو یہ ہیرا نہ دیا جائے۔ لیکن ان درباریوں کے مشورے کے برعکس میرا خیال تھا کہ ہم عوام الناس آپس کے معاہدوں کا پاس کرتے ہیں تو کیا ایک بڑے ملک کا بادشاہ معاہدہ توڑ دے گا؟ دوسری بات میرے ذہن میں یہ آئی کہ اس ہیرے کے نہ دینے سے آں عالی مقام کی ہتک ہو گی لہٰذا یہ ہیرا دے دینا چاہیئے۔ اس وقت شاہ چاؤ نے پانچ دن روزے رکھے اور پھر مجھے بطور سفیر بھجوانے کا تعارفی خط دیکر آپ کی طرف روانہ کیا۔ شاہ چاؤ نے یہ سب کچھ کیوں کیا محض آں عالی مقام کی عزت افزائی کی خاطر۔ اب جب میں یہاں پہنچا ہوں تو مجھے شاہی دربار کی بجائے ایک عام سی

جگہ پر ملاقات کا موقعہ دیا گیا جو کہ ایک مغرورانہ انداز ہے۔ پھر آپ نے ہیرا وصول کر کے آگے درباریوں کو دے دیا اور یہ انداز بھی مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔ میں نے اس بات کا اندازہ کر کے کہ آپ ہیرے کے بدلے اپنے شہر دینے کو تیار دکھائی نہیں دے رہے یہ ہیرا آپ سے واپس لے لیا۔ اب اگر آپ نے مجھ سے زبردستی کرنے کی کوشش کی تو میں اپنا سر اور یہ ہیرا دونوں ایک ساتھ اس ستون سے ٹکرا کر ٹکڑے کر دوں گا۔"

لن شیانگ رو ہیرے کو پکڑ کر ستون کی جانب ترچھی نظر سے دیکھنے لگا۔ یوں لگتا تھا کہ ابھی ستون سے ٹکرا جانے والا ہے۔ شاہ چھن کو ہیرے کے ٹوٹ جانے کا خطرہ دامن گیر ہوا لہٰذا اس نے لن شیانگ رو سے معذرت کی اور درخواست کی کہ ایسا نہ کیا جائے۔ اس کے بعد شاہ چھن نے اپنے دربار کے متعلقہ آدمیوں کو بلا کر ملک کا نقشہ دیکھنے کو کہا اور ان کو ہدایت کی کہ فلاں جگہ سے لیکر فلاں جگہ تک کے پندرہ شہر چاؤ ملک کے سپرد کر دیئے جائیں۔ لن شیانگ رو شاہ چھن کے مکر کو سمجھ گیا کہ یہ سب جھوٹے اطوار ہیں حقیقت میں ہمیں کچھ نہیں ملے گا۔ اس پر اس نے شاہ چھن سے کہا کہ یہ قیمتی ہیرا چونکہ ہمارے تمام چھوٹے چھوٹے ملکوں کا مشترکہ اثاثہ ہے لہٰذا آپ کو سپرد کرنے سے پہلے ہمارے بادشاہ نے پانچ دن روزے رکھے تھے اب آپ بھی پانچ دن روزے رکھیں اور پھر یہ کہ شاہی دربار میں پورے سفارتی آداب کے ساتھ ہمارا استقبال ہو تب ہم یہ ہیرا آپ کے سپرد کریں گے۔ شاہ چھن کو جب کوئی بھی حربہ کارگر ہوتا دکھائی نہ دیا تو بادل نخواستہ پانچ دن روزے رکھنے کی حامی بھرلی۔ لن شیانگ رو نے سوچا کہ شاہ چھن نے پانچ دن کے روزوں کا وعدہ تو کر لیا ہے لیکن پھر بھی یہ ہیرا ان کو نہیں دینا چاہئے۔ چنانچہ اس نے چپکے سے اپنی ساتھی کو کپڑے بدلنے کو کہا اور یہ کہ اس ہیرے کو کپڑوں میں چھپا کر کسی چھوٹے راستے سے ہوتے ہوئے یہ ہیرا واپس شاہ چاؤ کو دیدیا جائے۔

شاہ چھن نے پانچ دن روزے رکھنے کے بعد چاؤ حکومت کے سفیر لن شیانگ رو کو شاہی دربار میں مکمل سفارتی آداب ملحوظ رکھتے ہوئے ملاقات کا موقع دیا۔ لن شیانگ رو نے کہا

"میں نے یہ ہیرا ایک آدمی کے ہاتھ واپس ملک چاؤ بھجوا دیا ہے۔ آپ کا ملک چونکہ طاقتور ہے اور ہمارا کمزور۔ ایک طرف آپ کی طاقت اور دوسری طرف آپ کی طرف سے جب ۱۵ شہروں کی پیشکش ہوگی تو شاہ چاؤ کی مجال نہیں کہ آں جناب کی خواہش کا احترام نہ کرے۔ جہاں تک میرے کیے کا تعلق ہے میں جانتا ہوں کہ بادشاہ کو دھوکہ دینے کی سزا موت ہے لہٰذا میں حاضر ہوں مجھے ابلتے پانی میں ڈال کر مار دیا جائے۔ اس سلسلہ میں آپ بے شک اپنے درباریوں سے تفصیلی مشورہ کر لیں۔"

شاہ چھن اور اس کے درباری حسرت سے آہیں بھرنے لگے (کہ یہ سفیر عجیب گلے کا کانٹا بن گیا ہے جو نہ اگلا جائے نہ نگلا جائے) چنانچہ درباریوں میں سے بعض نے غصے سے بھر کر کہا کہ لن شیانگ رو کو جلا دینا چاہئے۔ شاہ چھن نے کہا کہ لن شیانگ رو کو مار دینے سے ایک تو ہمیں یہ ہیرا نہیں مل سکے گا دوسرے یہ کہ خواہ مخواہ ملک چاؤ سے قطع تعلقات کر بیٹھیں گے۔ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ لن شیانگ رو کی اچھے طریق سے خاطر مدارت کریں اور پھر واپس ملک بھجوا دیں۔ شاہ چاؤ ہمیں ہیرا دینے کے معاملے میں مایوس نہیں کرے گا۔

اس کے بعد شاہ چھن نے لن شیانگ رو کو دربار میں طلب کیا اور پورے عزت و احترام سے الوداع کیا۔ لین شیانگ رو واپس وطن پہنچا تو چاؤ بادشاہ نے یہ دیکھ کر کہ لن شیانگ رو نے حکمت سے اپنے ملک کو نقصان سے بچا لیا ہے۔ اس کا عہدہ بڑھا دیا۔

اس کے بعد نہ تو شاہ چھن نے ۱۵ شہر دیئے اور نہ ہی چاؤ حکومت نے ہیرا چھن حکومت کو دیا۔ بعد ازاں ملک چھن نے ملک چاؤ پر حملہ کر کے اس کا شر (Shi) نامی شہر قبضے میں لے لیا۔ اگلے سال دوبارہ حملہ کیا اور ملک چاؤ کے ۲۰ ہزار آدمی مار دیئے۔ اس کے بعد شاہ چھن نے اپنا ایک قاصد شاہ چاؤ کے پاس بھجوایا کہ دریا شی کے

کنارے مین چھر نامی ندی کے پاس ایک دوستانہ ملاقات کی جائے۔ چاؤ بادشاہ، چھن بادشاہ سے ڈرتا تھا اس لئے سوچا کہ نہ جائے۔ اس پر لیین پھو جرنیل اور لن شیانگ رو نے مشورہ دیا کہ ہمارے بادشاہ کا چھن بادشاہ کو نہ ملنا اس بات کی علامت ہو گا کہ ہمارا ملک کمزور ہے اور یہ کہ ہم چھن حکومت سے ڈرتے ہیں۔ چنانچہ چاؤ بادشاہ روانہ ہوا اور لن شیانگ رو بھی بادشاہ کی معیت میں ہوا۔ لیین پھو ان کو ملک کے بارڈر تک الوداع کرنے گیا اور الوداع کرتے ہوئے بادشاہ سے کہنے لگا آپ جارہے ہیں اور ایک عام اندازے کے مطابق آپ کو چھن بادشاہ سے ملنے، گفت و شنید کرنے اور پھر واپس آنے میں تیس دن سے زیادہ وقت نہیں لگے گا لہٰذا اگر آپ تیس دن تک واپس نہیں لوٹتے تو اس بات کی اجازت دی جائے کہ شہزادے لی کو آپ کا جانشین بنا دیا جائے۔ بادشاہ چاؤ نے اتفاق ظاہر کیا۔ مین چھر ندی پر چھن بادشاہ سے ملاقات ہوئی۔ شاہ چھن بڑی فرحت سے شراب پیئے جارہا تھا اور کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے شاہ چاؤ کو چھ تارا بجانا پسند ہے کیا اب آپ بجانا پسند فرمائیں گے؟ چاؤ بادشاہ نے چھ تارا بجا کر دکھادیا۔ چھن بادشاہ نے اپنے محرر سے کہا کہ یہ نوٹ کر لیا جائے کہ فلاں سال فلاں مہینے فلاں دن چھن اور چاؤ بادشاہ نے باہم ملاقات کی اور شراب نوشی کی اور چھن بادشاہ نے چاؤ بادشاہ کو چھ تارا بجانے کا حکم دیا۔

لن شیانگ رو آگے بڑھا اور چھن بادشاہ سے کہنے لگا۔ "حضور۔ چاؤ بادشاہ نے بھی یہ سن رکھا ہے کہ چھن بادشاہ لوک گیت گانے کے ماہر ہیں ذرا آپ بھی یہ فو نامی موسیقی کا آلہ بجا کر دکھایئے گا تاکہ باہم خوشی کا اظہار کر سکیں۔ شاہ چھن ناراض ہوا اور "فو" بجانے پر آمادگی ظاہر نہ کی۔ اس پر لن شیانگ رو نے "فو" اٹھائی اور گھٹنوں کے بل جھک کر شاہ چھن کے سامنے پیش کر کے بجانے کی درخواست کی۔ بادشاہ ابھی بھی آمادہ نہ ہوا۔ اس پر لن شیانگ رو کہنے لگا۔ "میں حضور کے بالکل قریب بیٹھا ہوں مجھے موقع دیجئے کہ اپنی گردن کے خون سے آپ کے کپڑے آلودہ کروں" (مراد یہ کہ یہ موسیقی کا آلہ تو آپ کو بجانا ہی ہو گا خواہ اس کی پاداش میں میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھوں) چھن بادشاہ کے درباریوں نے چاہا کہ لن شیانگ رو کا سر قلم کر دیا جائے۔ لن شیانگ رو نے غصے سے ان کی طرف گھورا۔ وہ ڈر گئے۔ اس کے بعد شاہ چھن نے بادل نخواستہ "فو" بجایا۔ لن شیانگ رو نے پیچھے مڑ کر ملک چاؤ کے محرر کو بلایا اور کہا کہ یہ نوٹ کر لیا جائے کہ فلاں سال کے فلاں مہینے فلاں دن چھن بادشاہ نے چاؤ بادشاہ کے لئے "فو" بجایا...... ملاقات کے اختتام پر واپس ملک پہنچ کر لن شیانگ رو کی اعلیٰ خدمات کی بدولت اس کے عہدے میں اور ترقی کر دی گئی۔ اس کو جرنیل لیین پھو سے بھی اوپر کا درجہ دے دیا گیا۔ اس پر لیین پھو کہنے لگا "میں چاؤ ملک کا جرنیل ہوں اور جنگوں میں میری بڑی خدمات ہیں جب کہ لن شیانگ رو کی خدمات ساری زبانی کلامی ہیں اور درجہ مجھ سے اوپر کا دے دیا گیا ہے اور مزید یہ کہ لن شیانگ رو تو ویسے بھی کسی خاص بڑے عہدے کا حامل نہ تھا یہ مجھے نیچا دکھایا گیا ہے اور میں برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کا ماتحت بنوں۔ لوگوں سے کہنے لگا کہ ذرا مجھے لن شیانگ رو سے ملنے دیں میں اس کو ضرور شرمندہ کر دکھاؤں گا۔ لن شیانگ رو نے سنا تو نہ چاہا کہ لیین پھو سے آمنا سامنا ہو۔ دربار میں حاضر ہونے کے وقت اکثر کہتا میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ وہ نہ چاہتا تھا کہ لیین پھو سے درجہ بڑا چھوٹا ہونے کی بحث ہو۔ کچھ عرصہ بعد کسی کام سے باہر جو روانہ ہوا تو دور سے لیین پھو دکھائی دیا۔ لن شیانگ رو نے اپنی سواری اس کے پیچھے کر لی۔ اس پر لن شیانگ رو کے ماتحتوں نے احتجاجاً کہا کہ ہم نے اپنے ماں باپ رشتہ داروں عزیزوں کو چھوڑا آپ کی عظمت کو سلام کرنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اب لیین پھو جو آپ کا ہم مرتبہ ہے آپ کے متعلق برا بھلا کہتا ہے لیکن آپ اس سے پہلو تہی کر رہے ہیں اور آپ کا اس سے ڈر کا اظہار بڑا نمایاں ہے اور اب تو یہ ڈر عوام کی نظر میں بے عزتی کی حد تک پہنچ چکا ہے چہ جائیکہ آپ جیسے جرنیل کے ساتھ ایسی صورت حال ہو۔ ہم آپ کی ماتحتی سے رہے آپ ہمیں

بقیہ صفحہ 29 پر

مکرم ڈاکٹر عبدالوحید صاحب قائد علاقہ لاہور قیادت علاقہ لاہور کے اوّل آنے پر انعامی شیلڈ وصول کرتے ہوئے

مکرم رانا منصور احمد صاحب قائد علاقہ گوجرانوالہ قیادت علاقہ گوجرانوالہ کے دوم آنے پر سند وصول کرتے ہوئے

مکرم ڈاکٹر عبدالمنان صاحب صدیقی قائد علاقہ حیدرآباد علاقہ حیدرآباد کے سوم قرار پانے پر سند وصول کرتے ہوئے

Monthly **Khalid** Rabwah

May 1998 *Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz* **Regd. No. CPL-139**

مقابلہ بین الاضلاع سال ۹۷-۱۹۹۶ء میں قیادت ضلع گوجرانوالہ کے اوّل آنے پر
مکرم جاوید اقبال صاحب انجم قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع گوجرانوالہ انعامی شیلڈ وصول کرتے ہوئے۔

مکرم چوہدری منیر احمد صاحب قائد علاقہ کراچی قیادت ضلع کراچی کے سوم آنے پر سند وصول کرتے ہوئے